قادیان ضلع گورداسپور سے ۲۰ جنوری ۱۹۱۲ء کو صدر انجمن احمدیہ کے اہتمام سے شائع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اِسلام اور علوم جدیدہ*

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ (آل عمران ۲) اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ ..... وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ (پ۳ ع۱۷)

دین کیا ہے؟ زندگی چلانے کا بہترین طریقہ۔ اور خدا کے نزدیک وہ طریق کیا ہے؟ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ وہ تو اسلام ہے۔ یعنی قوانین الٰہیہ کی کامل اطاعت اور ایسے دین کے سوا کوئی اور طریق زندگی اختیار کرنا کیسے ہو سکتا ہے۔ جبکہ زمین اور آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے سب کے سب خدا کے مقابل اس ایک اسلامی طریق اطاعت کو اختیار کیئے ہوئے ہیں لَہٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

---

* لیکچر جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی۔ جو انہوں نے ۲۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو مقام دہلی میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرس کے سالانہ اجلاس پر پڑھکر سنایا۔

طَوْعًا وَّ كَرْهًا اور اگر اس دین اسلام کے ماسوا کوئی اور طریق اختیار کرتا ہے
تو یاد رہے کہ یہ امر مقبول نہ ہوگا اور بروقت نتیجہ یقیناً یقیناً نقصان اور خسران دیکھنا ہوگا۔
وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ - ان مختلف آیات میں جن کا مفہوم میں نے اپنے
الفاظ میں بیان کیا ہے۔ خدا کی آخری کتاب نے اُس دین کی حقیقت اور اُس پر چلنے یا اُسی
چھوڑنے کے نتائج بیان کر دیئے ہیں۔ جس کا نام اسلام ہے کل دنیا کے مقدس
لٹریچر میں قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب مجھے نظر آئی ہے جس نے لطیف حقائق اور باریک
مسائل اور نظری امور کے سمجھانے کے لیئے موقعہ بموقعہ صحیفۂ قدرت اور اسکے مظاہر
کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ چنانچہ اس جگہ بھی دین اسلام کی حقیقت اور اسکو ترک
کرنے کے نقصان مبرہن کرنیکے لیئے فرمایا۔ کہ تمام کے تمام مظاہر قدرت جنکی طرف
الفاظ۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بہ تصریح اشارہ کرتے ہیں اور جو اس قدر
خوبصورت اس قدر دلکش ایسے نفع رسان اور ایسے راحت بخش ہر نہج اور ہر پہلو سے
نظر آرہے ہیں۔ ان سب پر غور کرو۔ یہ سب کے سب طوعاً و کرہاً اسلام یعنی قوانین الٰہیہ کی
اطاعت کی مضبوط زنجیروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔ ان کا اپنا وجود اور انکا انسان
کے لیئے مفید ہونا اسی حد تک ہے جب تک ان میں قوانین الٰہیہ کی انقیاد اور اطاعت
ہے یہ سورج اور چاند یہ سیارے اور ستارے یہ ہوا اور بادل یہ زمین اور پانی یہ
شجر اور حجر جن کے ساتھ ہماری زندگی وابستہ ہے انہیں سے کس کی مجال ہے کہ وہ
اس قانون سے ذرہ بھر بھی اِدھر یا اُدھر ہو سکے جنپر قدرت کا زبردست ہاتھ اُنکو
چلا رہا ہے۔ کیا ابتدائے آفرینش سے آجتک سورج ایک لمحہ بھر کے لیئے اپنے طلوع اور
غروب کے وقت سے ادھر اُدھر ہوا۔ کیا چاند نے اپنے مقررہ دوائر کو کبھی چھوڑا۔ کیا
سورج کبھی چاند کے راہ میں آگیا۔ کیا دن نے رات پر یا رات نے دن پر کبھی ایک
ثانیہ کے لیئے سبقت کی۔ کیا اسلام ہے اور کیسے مطیع اور منقاد ہو کر یہ سب کے سب
اُن قوانین کی پابندی کر رہے ہیں کہ جو خالق حقیقی نے اُن کے لیئے بنا رکھے ہیں۔
یہ وہ اسلامی کیفیت اُن مظاہر قدرت میں ہے جس سے نتائج اخذ کرنے کے لیئے

خدا کی کتاب نے ایک اور موقعہ پر فرمایا وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (پ ۲۳ ع ۲) یہ سورج بمعہ اپنے کل نظام شمسی کے ایک مستقر کی طرف بڑھا جارہا ہے۔ اور یہ وہ مستقر ہے جس کو ایک غالب اور علیم خدا نے اُس کے لیئے مقرر کر دیا ہے۔ اور چاند کے لیئے بھی ہم نے خاص منازل مقرر کر دیئے ہیں جن کو طے کر کے آخر کار وہ ہلالی شکل میں نظر آتا ہے۔ ان کی کیا مجال ہے کہ یہ اپنے مقررہ طریقوں کو چھوڑ کر ایک دوسرے سے مداخلت کریں نہ تو سورج کے اوقات ہی چاند کے اوقات میں دخل دیتے ہیں اور نہ رات کی گھڑیاں کبھی دن پر سبقت لے جاتی ہیں۔ یہ کل کے کل نورانی گولے اپنے اپنے مقرر کردہ دائروں اور محوروں میں گھوم رہے ہیں ؛

اللہ اللہ کیا اسلامی انقیاد اور مسلمانانہ اطاعت ہے جو ان مظاہر قدرت میں نظر آرہی ہے۔ یہی انکا اسلامی طریق ہے جو اُن سے مفید نتائج مترتب کرا رہا ہے اور اگر ایک لمحہ بھر کے لیئے بھی یہ اسلامی فطرۃ چھوڑ دیں تو یہ نفع رسان کائنات خطرناک نقصان اور ہلاکت کا موجب ہو جاوے۔ ہیلے کے دمدار ستارہ کے قریب آجانے پر کیا زمین کی تباہی قیاس نہ کی جاتی تھی۔ لیکن یہ دمدار ستارہ خواہ کیسے ہی اپنی چال میں مخفی اور ہماری نگاہ میں بے قاعدگی رکھتا ہے۔ لیکن اُس کی کیا مجال تھی کہ اپنے مقررہ مقام رجعت سے ایک انچ بھر بھی آگے آتا۔ اسی لیئے تو فرمایا۔ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے طوعاً کرہاً اسلامی فطرۃ پر ہیں) اور اگر یہ فطرت چھوڑ دیں تو نتیجہ اسکا خسران ہوگا۔ الغرض یہ ساری کی ساری کائنات خدائے تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین پر چل رہی ہے اور اُس صورت میں نفع رسان ہو سکتی ہے جب کوئی دن سے اُن قوانین

کے مطابق فائدہ لینا چاہیے۔ لہٰذا جو شخص اُن قوانین سے واقف ہو کر اُن قوانین کے ذریعہ ان پر حکومت کرنا چاہے تو انکی مجال نہیں کہ یہ مظاہر قدرت اُس سے انحراف کر سکیں ہاں اگر کوئی اُن قوانین کے خلاف انسے کام لینا چاہے تو یہ ہرگز فائدہ نہ دینگے بلکہ یہ خود ضائع ہو جاویں گے یا خلاف قانون کام لینے والے کو نقصان پہنچاویں گے۔ دُور کیوں جاویں ان اپنے اعضاء اور جوارح میں بھی ہمیں ہر روز یہی صداقت ظاہر ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ میرے اعضا کسقدر مسلم طریق پر میرے مطیع و منقاد ہیں۔ جن جن کاموں کے لیئے یہ بنے ہوئے ہیں اگر میں وہ کام ان سے لینا چاہوں تو ان کی کیا مجال کہ یہ جوارح میری اطاعت نہ کریں۔ اگر میں کسی چیز کو دیکھنا چاہوں تو آنکھ کی اسلامی فطرت اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اُس طرف دیکھے جس طرف میرا ارادہ ہو چکا ہے یہی حال میرے دیگر اعضاء کا ہے۔ لیکن اگر میں پیاس بجھانے کے لیئے پانی اپنے کان میں ڈالدوں اور نمک چکھنے کے لیئے کوئی نمکین چیز اپنی آنکھ میں ڈال دوں یا کسی آواز کے سننے کے لیئے مُنہ کو پھاڑ پھاڑ کر کھولوں تو کیا یہ طریق جس میں ان جوارح کے متعلق مقرر کردہ قوانین الٰہیہ کا انحراف ہوتا ہے۔ کبھی مفید و مقبول ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ نقصان اور خسران ہے۔ دیکھو وہی صداقت وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ کس طرح ہر طرف اور ہر طرح ثابت ہوتی نظر آتی ہے ❊

الغرض اسلام کی اس حقیقت نے ہم پر متحقق کر دیا کہ تمام کی تمام کائنات جو انسان کے فائدہ کے لیئے اُس مبدأ فیوض نے بنائی وہ سب کی سب ایک نہ ایک قانون کی زنجیر سے جکڑی ہوئی ہیں۔ جن کا انحراف اُن کی فطرت میں ہی نہیں۔ اس لیئے یہ ہوا یہ آگ یہ پانی یہ گاسین یہ بادل یہ دریا یہ الکٹرسٹی یہ شجر یہ حجر یہ نباتات یہ معدنیات الغرض سارے کے سارے عناصر اسی وقت اور اُسی صورت میں انسان کے مفید ہوں گے جب انسان یہ سمجھکر کہ یہ سب چیزیں اپنے اپنے قوانین مقررہ کے ماتحت ہی نفع رساں ہیں اُنکے مختلف قوانین سے واقف ہو جب وہ مظاہر قدرت کے خواص اور ماہیت سے آگاہ ہو

اور جب اُن کے متعلقہ قوانین کے مناسب حال اپنا طریق عمل اختیار کرے یا بالفاظ دیگر علوم جدیدہ سیکھ کر اُنپر کاربند ہو۔ ہاں اگر یہ قوانین انسانی قوانین کی طرح ناپائدار اور متلون الحال ہوتے تو ان قوانین کے علم کی نہ ہمیں چنداں ضرورت ہوتی نہ ان کی اطاعت کی حاجت۔ لیکن موجودہ سائینٹفک تحقیقات نے ہی نہیں بلکہ صدیوں پہلے خدا کی کتاب نے ہم کو سکھلایا خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا۔ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا۔ خدائے تعالیٰ نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اُن کے متعلق اندازے اور قوانین باندھ دیئے۔ خدائے تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت کو مت بدلو۔

خدائے تعالیٰ کے قوانین حتمی طور پر اَن ٹل ہیں اگر ان سے فائدہ ہوسکتا ہے تو ان قوانین کو ماننے اور اُن کی اطاعت کرنے سے ہی ہوسکتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ہم کو انکا علم ہوگا۔ انکے خلاف جو کرے گا وہ نقصان اُٹھائے گا یہ وہ صداقت تھی جس کو کتاب حکیم نے مسئلہ تقدیر سے تعبیر کیا تھا۔ اور ہمیں وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی کی حقیقت پر ایمان لانیکے لیئے مجبور کیا جسکا یہ مطلب تھا کہ نیک و بد جو ظاہر ہوگا وہ اَن ٹل قوانین کے ماتحت نیک اور بد اسباب کے مقابل بطور نتیجہ ہوگا۔ وہ بطور اتفاق یا چانس chance یا اچانک حادثات کی شکل میں نہ ہوگا بلکہ ہر ایک واقعہ علت و معلول کے رشتہ سے مربوط اور اسباب و نتائج کے قوانین میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر بُرے کام کرو گے تو یاد رکھو بُرے پھل پاؤ گے۔ اگر نیک اسباب مہیّا کرو گے تو نیک پھل کاٹو گے۔ تمھاری غفلتوں اور لاپروائیوں اور سہل انگاریوں اور لاعلمیوں سے خدا کے بنائے ہوئے قوانین اپنے نتائج دیئے بغیر نہیں رہ سکتے اگر تم ان کو اپنے لیئے مفید کرنا چاہتے ہو تو ان قوانین کا علم حاصل کرو اور اپنے حالات کو انکے مطابق کرو اس سے بڑھکر ہماری اور کونسی بدنصیبی اور بدقسمتی ہوگی کہ یہی مسئلہ تقدیر جو ہمیں محتاط کرکے ہماری ترقیوں کا زینہ ہوجاتا ہم کو صحیفۂ قدرت کی اَن ٹل تقدیر کردہ قوانین سے واقفیت پیدا کرنے کا محرک ہوتا۔ ہمیں علوم جدیدہ سیکھنے

کے لیئے رغبت دلاتا ہے اتفاقات اور چانسیس کی تھیوریوں سے متنفر کرکے ہمیں کارزار زندگی کے لیئے مردانہ وار طیار کرتا۔ آج یہی مسئلہ ہماری غفلتوں کے بدنتائج کی سپر ہماری ناواقفیت قوانین قدرت کا عذر اور ہماری خود پیدا کردہ تکالیف کی تشریح ہوجاتا ہے ؎

الغرض اسلام کی اس حقیقت نے ہم پر ظاہر کردیا کہ یہ خاکی پتلا جو کل کائنات کا حکمران اور زمین پر جامع مظاہر اسمائے الٰہیہ سمجھا جاتا ہے اس کی حکومت اور خلافت اس کائنات پر اسی صورت میں ہوسکتی ہے۔ جب اس میں خود اسلامی فطرۃ پیدا ہوجاوے یعنی جب انسان اُن تمام قوانین الٰہیہ کی جو اسکے متعلق ہوں یا صحیفۂ قدرت کے کسی جزو عنصر کے متعلق ہو عزت کرنے اور اُن قوانین پر چلنے کے لیئے مستعد ہوجاوے۔ جب یہ اپنے حالات اور طریق زندگی کو اُن قوانین کے مناسب حال کرلے اور یہ اُسوقت ہوگا جب ان قوانین کا کماحقہ علم اُسے ہوگا اس لیئے اسلام اگر ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہم اُن تمام قوانین کی اطاعت اور عزت کریں جو ہماری روح اور جسم کے فائدہ کے لیئے قادر مطلق نے بنائے تو ساتھ ہی اسلام ہمیں اس طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ ہم اُن تمام قوانین کے متعلق تحقیقات کریں اور انہیں دریافت کریں۔ اور اپنے علم میں لاویں۔ جو ربانی حکمار نے اُس قدیر اور علیم سے الہام پائے۔ یا مادّی حکمار نے اُس کی فعلی کتاب یعنی صحیفۂ قدرت سے مطالعہ کیئے کیونکہ اسلام یعنی اطاعت قوانین الٰہیہ قوانین الٰہیہ کے علم کے بغیر ہو ہی کیسے سکتی ہے؟ اگر ربانی حکمار نے جن کا نام نبی ہے (اللہ تعالےٰ کا اُنپر سلام اور درود ہو) ہماری روح ہمارے اخلاق ہمارے تمدن اور ہماری معاشرت کی اصلاح اور تہذیب کے متعلق ہمیں اُن قوانین کا پتہ دیا جن کو خدائے تعالیٰ نے ہمارے لیئے مقرر کیا۔ تو مادّی حکمار یعنی محققان سائینس کی کوششوں کی انتہا بھی کوئی اختراعی قوانین نہ تھے بلکہ انہیں قوانین کی تلاش اور دریافت تھی جو خدائے تعالیٰ نے کائنات اور اُس کے عناصر کے متعلق ازل سے بنا رکھے تھے ؎

لہٰذا اسلام ہمکو سکھلاتا ہے کہ جہاں ہم اُن علوم سے اطلاع پائیں جو خدا کے

انبیاء (علیہم السلام) نے خدا کے قول کے ذریعہ سے پائے جس کا نام علوم دین ہے ویسے اسلام ہمیں تاکید کرتا ہے کہ ہم اُن علوم کی بھی تحصیل کریں جو زمانہ کے علماء نے خدا کے فعل یعنی صحیفۂ قدرت سے اخذ کیے جن کا نام بالفاظ دیگر علوم جدیدہ ہیں کیونکہ اسلام کیا ہے۔ قوانین الٰہیہ کی اطاعت اور ان قوانین میں جیسے قوانین متعلقہ جسم وروح آجاتے ہیں ویسے ہی اُن تمام چیزوں کے متعلق قانون بھی آجاتے ہیں۔ جن کا اثر روح اور جسم پر ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا اثر ہماری روح اور جسم پر ہے۔ لہٰذا اگر خدائے اسلام نے تمھارا یہ فرض کردیا ہے کہ تم تہذیب نفس کے لیئے علوم دین سے واقفیت پیدا کرو اور اُنپر چلو تو میں کہتا ہوں اُسی خدا نے تمھارا یہ اسلامی فرض بھی کردیا ہے کہ تم علم دین کے بعد علوم جدیدہ کو بھی حاصل کرو۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اور یہ بات دوستو! میں نہیں کہتا خود قرآن تمھیں کہتا ہے۔ جاؤ قرآن کو دیکھو وہ اولوالباب کی تعریف کیا کرتا ہے:-

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا۔ وہ اولوالباب جن میں انبیاء علیہم السلام کا گروہ بھی شامل ہے وہ کون ہیں وہ وہ ہیں جو ایک طرف تو اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے الغرض ہر حال میں خدا کے ذکر میں لگے رہتے ہیں اور اُسے یاد کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف زمین اور آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اُن سب کی بناوٹ اور اُن کے قیام بقا اور اُنکے مفوضہ کاموں کو دیکھتے اور جانچ پڑتال کرتے اور اُن سے نتائج اخذ کرتے یا بالفاظ دیگر اشیائے کائنات کی ماہیت اور خواص دریافت کرتے ہوئے اس نتیجہ پر آجاتے ہیں کہ رب العالمین کی پیدا کردہ چیزوں میں کوئی چیز بھی فضول اور بیکار نہیں۔ کیا یہ تفکر فی خلق السموات والارض سائینٹفک تحقیقات جدیدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ مقام غور ہے کہ خدا کی کتاب تو ہمارے لیئے وہ دین تجویز کرے جسکا نام اسلام رکھے یعنی قوانین الٰہیہ کی اطاعت اور یہ نام رکھکر ہمیں روحانی اور

مادی کل کے کل قوانین آلہیہ کے جاننے اور سمجھنے کی رغبت دلائے اور خدائے تعالیٰ ہمیں اولوالالباب کے شاندار خطاب کا مستحق اسوقت بنائے جب ہم علوم دینیات کے ساتھ علوم مادیات یعنی علوم جدیدہ سے حظ وافر حاصل کر چکے ہوں اور ہم اس زمانہ کی جہالت کے باعث نہ ان علوم سے ہی محروم رکھے جاویں بلکہ جو ہم میں سے اُنکے حصول کی کوشش کریں وہ زندیق اور ملحد کا خطاب حاصل کریں۔ اور دوستو! کبھی آپنے غور کیا کہ یہ علوم جدیدہ جن کے ذریعہ حکمائے مغرب اور اُن کے طفیل یورپین اقوام ہم پر بلکہ ایک حد تک کل کائنات عالم پر انسانی حیثیت میں حکومت کر رہی ہیں ان علوم کے سیکھنے اور ان سے مستفید ہونے کی طرف سب سے پہلے کس کتاب اور کس مذہب نے انسان کو رغبت دلائی ؀

دنیا پر ایک زمانہ گذرا ہے جب دنیا کا زیادہ حصہ کائنات اور اُس کے عناصر کو اپنا معبود قرار دے رہا تھا انسان نے مختلف وقتوں میں شجر۔ حجر۔ سورج چاند۔ ستارے۔ ہوا۔ پانی۔ آگ بادل عالم کے مختلف عناصر اور قوائے کی اور سب کے بعد انسان کی پرستش کی۔ یہ ایک فطرتی امر ہے کہ ہم اپنے معبود کو ہمیشہ عزت اور ادب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لیئے ایسے وقت میں ان عناصر اور ان مظاہر قدرت کے متعلق کسی قسم کی چھان بین کرنا یا اُن کو معرض تحقیقات میں لانا لازماً ایک گناہ عظیم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک کل کائنات اور اُس کے عناصر معبود کے رنگ میں انسان پر حکمران رہے۔ انسان نے کوئی علمی اور سائنٹیفک ترقی اور تحقیق نہیں کی۔ اس قسم کی ترقی کی طرف انسان کی توجہ تو اسی وقت منعطف ہوگی جب انسان ان تمام چیزوں کو اپنا معبود نہیں بلکہ اپنا خادم اور نوکر سمجھے۔ جب اُسپر یہ حقیقت کُھل جاوے کہ یہ سب چیزیں جو خدائے تعالیٰ نے بنا رکھی ہیں یہ سب میرے خدا نہیں بلکہ غلام ہیں۔ جسطرح ایک انسان اپنے نوکر کی مزاج شناسی اور اُس کی استعداد اور جوہر کا علم حاصل کرنے پر طبعاً مائل ہوتا ہے اسطرح موجودات عالم کے متعلق اس حقیقت کے کھلنے پر کہ موجودات عالم میرے خادم ہیں قدرتاً انسان

قوائے عالم کی تحقیق میں لگ جاوے گا۔

الغرض علوم جدیدہ اور سائنس کی ترقی کا زمانہ کسی ملک میں اسوقت شروع ہو سکتا ہے جب انسان کائنات اور اُس کے عناصر کی عبادت کے جوئے سے نکلکر اُنکو اپنا غلام اور خادم سمجھے لیکن اے تاریخ عالم کے واقف کارو مجھے بتلاؤ کہ کس زمانہ تک یہ مظاہر قدرت اور عناصر دنیا کے معبود بنے رہے۔ اور پھر کس کتاب نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ انکی اس حکومت کو خاک میں ملا کر مذہبی رنگ میں انسان کو یہ یقین دلایا کہ یہ اگنی یہ وایو یہ جل یہ آکاش یہ سمندر یہ پہاڑ یہ درخت یہ سورج یہ ستارے یہ سب کے سب مظاہر قدرت تمھارے خدا نہیں تمھارے غلام ہیں۔

جاؤ وید ژند وستا انجیل توریت بدھ کے صحائف کن فیوشس کی دھما پاچھان مارو یہ تعلیم ہرگز ہرگز نہ پاؤ گے ہاں وہ خدا کے کامل و مکمل اور ناطق الہام کی آخری تخت گاہ کتاب حکیم تمکو یہ صداقتیں کھلے الفاظ میں سکھلائے گی یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ کتاب نازل نہ ہوئی زمانہ نے سائنٹیفک تحقیقات کی طرف رخ نہ کیا جو علوم ذہنی امور سے تعلق رکھتے تھے وہ بے شک زیر تحقیق رہے

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ (پ ۱۳ ع سورہ ابراہیم)

اور پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

ترجمہ اے انسان دیکھ تو کن چیزوں کی پرستش کر رہا ہے اور انہیں اپنا معبود بنا رہا ہے اُن چیزوں کو جو تیری خادم اور غلام ہیں۔ پرستش کے قابل تو وہ اللہ ہے جس نے زمین اور آسمان کو اور جو کچھ ان میں ہے اور جنہیں تو معبود بنا رہا ہے پیدا کیا۔ کیا تو ویدک رچاؤں میں اندر کا نام لیکر اُس آکاش کی پرستش کر رہا ہے۔ جہاں سے پانی اترتا ہے وانزل من السماء ماءً۔ یہ پانی تو وہ خدا تیری خادم

اُتار کر تیرے رزق کے لیۓ مختلف پھلوں کو پیدا کر دیتا۔ کیا تُو ویدک زمانہ کے ورونا یعنی سمندر دیوتا کے آگے سر جھکاتا ہے اور اس لیۓ تو نے سمندر سے پار جانیکی کوشش کی کہ مبادا سمندر دیوتا تیرے پاؤں تلے آ جاوے۔

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ ط

ہم نے تو اس سمندر دیوتا کی چھاتی پر کشتیوں اور جہازوں کو چلا کر اُسے تیرا خادم کر رکھا ہے کیا دریا سندھو کے شفاف پانیوں نے تجھے اس کا اسقدر پرستار بنا رکھا ہے کہ تُو وید میں اُس کے گیت گاتا۔ کیا تُو گنگا اور جمنا سے منتیں مانگتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ یہ دریا تو تیرے غلام ہیں کیا تُو سورج اور اُس کی مختلف کیفیات کو دیکھ دیکھکر اُسے اریمان پشان نواشرے وغیرہ کے نام سے یاد کر کے اُس کے آگے سر بسجود ہو رہا ہے۔ یہ ہے کیا وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ۔ یہ سورج اور اُس کے ساتھ ہی چاند بھی تیری خدمت میں کمر بستہ ہو کر چکر لگا رہے ہیں۔ ہم نے دن اور رات تک تیرے لیۓ مسخر کر دیا ہے۔ الغرض جو کچھ تجھے زمین پر نظر آتا ہے اور جو کچھ تو اس میں پاوے یاد رکھ یہ سب تیری ہی خدمت کے لیۓ ہے ؀

پیارو! اس میں شک نہیں کہ ان آیات نے کل دنیا جہان کے معبودوں کو تخت الوہیت سے اُتارنے کے لیۓ ایک کامل توحید کو سکھلایا ہے لیکن کیا ان آیات میں علمی ترقی اور سائنٹیفک تحقیق کے لیۓ ایک زبردست تحریک نہیں۔ غور تو کرو کہ جس دن سے انسان نے یہ سمجھا کہ یہ چارپاۓ یہ مویشی یہ سواری کے جانور اُس کی خدمت کے لیۓ مامور ہیں کیا وہ اُن کو قبضہ میں لانے اُن سے خدمت لینے اُنکو مفید بنانے کیلیۓ مختلف طور پر ان جانوروں کی مزاج شناسی اور اُن کی طبیعت کا حال دریافت نہیں کرتا ہے تو پھر جب ان آیات میں موجودات عالم کا ذکر کر کے تمھیں بتلایا گیا ہے کہ تمھاری ہی خدمت کے لیۓ پیدا ہوۓ ہیں تمھارا فرض نہیں کہ تم اُن قواعد اور ضوابط سے اطلاع پاؤ کہ جن سے یہ مظاہر قدرت فی الواقعہ تمھارے مسخر ہو جاویں۔ تیرہ سو برس

ہوئے کہ ان چیزوں کے بنانے والے نے تمکو یہ خوشخبری دی کہ یہ تمہارے غلام ہیں تم بتلاؤ کہ تم نے ان کو مسخر کرنیکی طرف کسقدر توجہ کی کیا یہ خبر سنکر کہ آسمان سے پانی کا اُترنا تمہاری ہی خاطر ہے تاکہ تم زمین سے طرح طرح کے ثمرات پیدا کرلو۔ تمہارا فرض نہ تھا کہ تم یہ اشارہ پاکر علم فلاحت علم زراعت علم نباتات میں ترقی کرتے۔ تم کو تو بتلایا گیا تھا کہ تمہاری ہی خدمت کیلئے کشتیاں اور جہاز سمندر میں چلتے ہیں۔ تم نے اگر یہ خبر سنکر فن جہاز رانی میں یدطولیٰ حاصل کیا ہوتا تو خیر جو تجارتی تمدنی اور اقتصادی فوائد تمھیں ہوتے سو ہوتے آج جنگ ٹریپولی میں تم کو ندامت اُٹھانی نہ پڑتی ؛

کیا سخر لکم الانھار کا مژدہ سنکر تمہارا فرض نہ تھا کہ تم فن آبپاشی کے کل شعبوں کا علم حاصل کرتے۔ آبپاشی کی کلوں اور مشینوں سے واقف ہوجاتے یہ سورج دیوتا اور یہ چندرما اور اُن کے ساتھ کل کے کل ستارے تو تمہارے بے داموں غلام تھے تم نے جب قرآن میں یہ بشارت پڑھی تھی تو تم نے اسٹرانومی سیکھکر ان سے خدمت نہ لی۔ الغرض قرآن بھیجکر خدا تعالیٰ نے تم کو اطلاع دی تھی کہ جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے لیئے ہے پھر کیوں تم نے باٹونی جی آلوجی ذوالوجی منرلوجی کمسٹری فزیکس اور وہ تمام کے تمام علوم جن کو نیچرل فلاسفی سے ملقب کیا گیا ہے نہ پڑھے۔ خدا را کسی علم جدیدہ سائنس کی شاخ کا نام لو جسکی دریافت ہونے پر یورپ نے کائنات کے کسی عنصر سے کام لیا ہو اور ان آیات میں اُن کی طرف اشارہ نہ ہو۔ کیا آپ الکٹرسٹی (بجلی) کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ آؤ میں آپ کو ایک جامع آیت سناتا ہوں جس میں نہ صرف الکٹرسٹی ہی شامل ہے بلکہ آئیندہ بھی جس قدر موجودات کا پتہ لگے اور اُن کے متعلق علوم دریافت ہوں وہ سب اس میں آجاتے ہیں فرمایا ہے

سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعًا

جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے وہ سب کے سب تمہارے خادم ہیں یہ اب تمہارا

اختیار ہے کہ اُن راہوں کو اختیار کرو یا نہ کرو۔ اُن علوم کو سیکھو یا نہ سیکھو ایسی تحقیقاتوں میں پڑو یا نہ پڑو جن سے تم کائنات کے کل قوائے فطریہ سے واقف ہو جاؤ۔ کائنات اور اُس کے عناصر کو اپنا خادم بنالو۔ دیکھو ایک قوم نے آج ان علوم میں ترقی کی اور اِن آیات کی حقیقت کو واقعات کے رنگ میں لاکر انکی صداقت پر مہر لگا دی۔ کیا ایک حد تک مغربی اقوام نے سمندروں کو دریاؤں کو ہواؤں کو بادلوں کو بجلی کو زمین اور اس کے قوٰے کو اپنی حکومت تلے نہیں کر لیا؟

بتلاؤ تم کو اپنے اسلام پر بڑا ناز ہے تم کو قرآن کے احکام پر چلنے کا بڑا فخر ہے ان وصایا کو جو اِن آیات میں ہیں تم نے قبول کیا یا یورپ نے؟ ان اشارات کو جو ان مقدس کلمات میں تھے تم نے اپنا ہادیِ راہ کیا۔ یا اُن لوگوں نے جن کو تم ملحد دہریہ بے ایمان کافر اور مشرک قرار دیتے ہو۔ ہاں ایک تم کو فخر ہے تو اپنی توحید پر۔ اے کاش اس توحید کی حقیقت کو ہی سمجھا ہوتا اور کبھی تھوڑا سا وقت اس سوال پر ہی خرچ کیا ہوتا کہ ہمیں شرک سے کیوں روکا گیا۔ اور خدا کی کتاب نے کیوں یہ سکھلایا کہ خدائے تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیگا مگر شرک کی اسکی جناب میں معافی نہیں۔ کیا تم نے اُس رب العالمین کو دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند کا مصداق سمجھکر یہ خیال کر لیا ہے کہ وہ دیکھ نہیں سکتا کہ اُس کے مقابل تم اور خدا بنالو یاد رکھو وہ حمید خدا نہ تمھاری حمد کا محتاج نہ تمھاری تسبیح کا خواہشمند۔

وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ (لقمان) إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ (ابراہیم)

تم ایک نہیں لاکھ خدا بنالو اُس کی سلطنت میں ایک انچ بھر کمی نہ آویگی تم رات دن اُس کی حمد میں لگ جاؤ اُس کی سلطنت میں ایک جو کے برابر زیادتی نہ ہوگی یہ توحید کی تاکید اور شرک کی ممانعت تو محض تمھارے ہی فائدہ کیلئے ہے۔ تاکہ تم جن کو خدا بنا رہے ہو اُن کو خادم سمجھکر اُن راہوں کو دریافت کرو کہ جن سے یہ تمھاری خدمت کر سکیں۔

دوستو! میں نے ابھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ انسان جب ماسوے اللہ کی پرستش کرتا ہے اور وہ وہ چیزیں ہیں جو اُس کے فائدہ کے لیئے بنائی گئی تھیں تو اُن کو معبود بنا کر اُنکو معرض تحقیق میں نہیں لاتا۔ اور اس لیئے کسی قسم کی سائیٹیفک ترقی نہیں کرسکتا۔ دیکھ لو اسلام کے آنے تک دنیا میں اگر کوئی ترقی ہوئی تو وہ بالکل ذہنی علوم کے متعلق تھی۔ جو بعض وقت اور شرک کے پھیلانے میں مؤید ہوئی۔ دنیا مادّیات میں قطعاً قطعاً کوئی ترقی نہ کرسکی اور اس کی وجہ وہ شرک تھا جس کے ماتحت قوائے فطریہ اور اس کے عناصر مختلف شکلوں میں ہمارے مخدوم نہیں بلکہ معبود بن رہے تھے۔ ہاں جب دنیا ان معبودوں کی حکومت سے آزاد ہوئی تو یہ معبود معرض تحقیقات میں آئے۔ اور یاد رہے یورپ جس نے علوم جدیدہ میں آج اسقدر ترقی کی یہ کسی کلیسیا کی طفیل سے نہیں یہ ترقی بقول پادریان اُن ملحد انسانوں کی طفیل ہوئی جنھوں نے عملاً انسان پرستی کو جواب دیا۔ کسقدر مقام حیرت ہے کہ وہ قوم جن کو کائنات اور مافیہا کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کے لیئے کامل توحید کا سبق دیا گیا اور جنکو مخاطب کرکے کہا گیا وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا (پ ۲۵ ۲/۱۸ ع) وہ تو آج تیرہ سو برس سے ایک دوسرے کا مُنہ تک رہے ہیں اور وہ قوم جس کا زیادہ حصہ آجتک بھی انسان پرستی جیسے شرک کے اندھیرے میں ہو اور جس اندھیرے نے چودہ پندرہ سو برس تک اُن کو ہر قسم کی علمی ترقی اور تحقیق سے دور رکھا ہو اُن میں سے چند افراد اس انسان پرستی کو خیرباد کہکر ہمارے ہی بزرگوں یعنی قرون اولیٰ کے مخاطبین قرآن کی علمی تحقیقات کو پڑھیں اور اُس میں سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کی صداقت کو ایک حد تک حقیقت کی شکل میں دیکھیں اور پھر اس کی علمی چاشنی کے کچھ ایسے گرویدہ ہو جاویں کہ آج اپنی تحقیقات سے علوم جدیدہ پیدا کرکے سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا کو سچ کر دکھاویں۔ اور دوستو یہ

امر بھی آپ یاد رکھیں کہ ان تسخیر کائنات کی آیات سے جو میں یہ استنباط کر رہا ہوں کہ ان میں قرآن کے مخاطب کے لیئے سائینٹفک تحقیقات کرنے اور علوم مادیہ کے حاصل کرنے کی ایک زبردست تحریک ہے۔ اگرچہ یہ استنباط کسی تصنع اور تکلف کے ماتحت نہیں لیکن یہ ایجاد بندہ سے نہیں بلکہ خود قرآن نے ان امور کو ہم پر ظاہر کیا ہے اگر ایک طرف ان آیات کے ذریعہ ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ ہم ہی کائنات اور اُس کے عناصر کے حکمران ہیں تو دوسری طرف قرآن نے مختلف پیرایوں میں ہم کو یہ بھی سکھلایا ہے کہ اگر تم کائنات اور اُس کے عناصر پر حکمرانی کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس زمین پر جامع مظہر اسمائے الٰہیہ اور اُس کے نائب ہو کر اس عالم پر نافذ الامر ہونا چاہتے ہو تو اُس کا طریق یہی ہے کہ تم اُن علوم کو حاصل کرو جن کے ذریعہ تمکو موجودات عالم کے خواص اُن کے فوائد اور اُن کی قوتوں کا علم حاصل ہو۔ بالفاظ دیگر تم اُن علوم کو سیکھو اور اُن میں چھان بین کرو کہ جن کا نام آج زمانہ نے علوم جدیدہ رکھا ہے۔

کیا آپنے اُن آیات پر کبھی غور کی جو عموماً ایک طرف نو تعلیم یافتہ اصحاب کے لیئے اور دوسری طرف ہمارے سماجی مہربانوں کے لیئے ذریعہ مضحکہ ہوا کرتی ہیں۔ میرا مطلب پہلے سپارہ کے پہلے ربع کی اُن آیات سے ہے جن میں آدم کی پیدائش کا ذکر۔ فرشتوں کا پیدائش آدم کی ضرورت کے متعلق استفسار۔ خدائے تعالیٰ کا ضرورت پیدائش آدم تبلانا اور ملائکہ کا سجدہ اطاعت کرنا وغیرہ وغیرہ ہے اگر آپ غور فرماویں تو ان میں بھی تو یہی حقیقت کھولی گئی ہے۔ یہ وقت نہیں اور نہ میرے مضمون کے مناسب حال ہے۔ کہ میں ملائکہ کے وجود پر اسجگہ بحث کروں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ اس قسم کی گولی ہے۔ جو انگریزی خوان حلق میں کسی قدر دقت سے اُترتی ہے۔ یہاں میں صرف اُس حقیقت کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں۔ جو کہ ملائکہ کے متعلق حکمائے اسلام میں سمجھی گئی ہے۔ بعض متکلمین اسلام ملائکہ کو قوائے فطریہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک خواص الاشیاء کا نام ہی ملائکہ

ہے یعنی ملائکہ سے مراد وہ تمام قوتیں ہیں جو آگ پانی ہوا بادل سورج وغیرہ عناصر کائنات اور مظاہر قدرت میں فرداً فرداً اور مشترکہ موجود ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اس کائنات میں کوئی چیز نہیں جس پر کوئی ملک مامور نہیں۔ لیکن قرآن میں ان فرشتوں کے متعلق ایسی آیات بھی موجود ہیں جن سے ایک طرف تو ان ملائکہ کا ذی علم ذی عقل اور ذی تدبیر ہونا نظر آتا ہے جیسے فرمایا وَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْراً۔ اور دوسری طرف انکی ماموریت صرف قوائے مادیہ پر ہی نہیں بلکہ ان قوائے انسانی کے متعلق بھی پائی جاتی ہے جو اخلاق اور روحانیت کی ذیل میں آتے ہیں۔ لہٰذا ملائکہ سے وہ ذی عقل ذی تدبیر نفوس مراد ہیں جو خدا کے امر سے اُن تمام قوائے فطریہ کو فعل میں لانے کے محرک اور داعی ہوتے ہیں جو موجودات عالم میں ودیعت شدہ ہیں وہ کائنات اور اُس کے عناصر میں بمنزلہ جان اور روح کے ہیں وہ جس امر پر مامور ہیں اسکو بلا تامل وقت پر فعل میں لے آتے ہیں اس لیئے اُن کے متعلق قرآن کہتا ہے یفعلون ما یؤمرون ملائکہ کی اُس حقیقت کو سمجھنے کے بعد اب ہم اُن آیات پر غور کرتے ہیں جن میں ملائکہ کے سوال پر ہماری پیدائش کا ایک راز ہم پر کھولا جاتا ہے ؛

آدم سے پہلے کل کائنات موجود ہے اس کائنات کے عناصر ہیں اور اجزا میں قوتیں بھی موجود ہیں۔ ان قواء کو فعل میں لانے کے لیئے ملائکہ بھی مامور ہیں۔ جن کی نگاہ میں کائنات بہمہ وجوہ مکمل ہے۔ ہر ایک ذرہ ذرہ کائنات کا وہ کام دے رہا ہے جس کے لیئے وہ بنایا گیا ہے ہر ایک شئے ملکی تحریک پر اپنی اپنی قوتوں کے نتائج مرتب کر رہی ہے۔ کوئی قوت کسی کی حارج نہیں۔ متضاد عناصر ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہیں ہر طرف امن آرام سلامتی اور صلاحیت ہے۔ کہ اتنے میں ملائکہ پر کائنات کے ایک حکمران کے پیدا ہونے کا ارادہ ظاہر ہوتا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ کائنات کی ذرہ ذرہ کی غرض پیدائش ہمارے ذریعہ پوری ہو رہی ہے اب ایک نئی مخلوق آنے والی ہے۔ جو بظاہر کسی عنصر کائنات سے فرداً فرداً مجانست نہیں رکھتی وہ بجز اس کے کہ فساد اور ہلاکت کا باعث ہو اور کیا ہو سکتی ہے۔

اس لیئے خداوند کے اس ارشاد پر کہ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً تو وہ عرض کرتے ہیں۔ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ حضور والا۔ جو کچھ کائنات میں حضور نے اپنی جلال اور قدوسیت کے شایان حال بنایا اس کے متعلق عملاً حمد اور تسبیح تو ہم ہر وقت کر رہے ہیں۔ تو پھر اس نئے وجود کو کیوں بنایا جاتا ہے جو غالباً زمین پر فساد یا قتل مقاتلہ کرے۔ ملائکہ کی اس عرض پر حضرت احدیت مآب نے کیا کہا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ پ ۱ ع ۴

خدائے تعالیٰ نے آدم کو موجودات کے نام بتلائے اور کل اشیائے کائنات کے اسمار اور اُن کے خواص جاننے کی استعداد اُس میں رکھدی۔ کیونکہ ناموں کے ذریعہ ہی مختلف اشیار میں تمیز ہوا کرتی ہے اور یہ مختلف ناموں کا مقرر کرنا مختلف خواص کے معلوم ہونے پر منحصر ہوتا ہے۔ اور اس طرح ملائکہ کو جتلایا کہ جن قوائے فطریہ کو فعل میں لانے کے تم محرک اور داعی ہو وہ آخر کسی فائدہ کے لیئے بنائے گئے ہیں اُن کا کوئی مصرف ہے اس مصرف اور فائدہ کے لیئے ضروری ہے کہ ان تمام قوائے فطریہ کا کماحقہٗ کسی کو علم ہو جو تم میں نہیں تم اس طرح سے اس کائنات کے خلیفہ (سردار) نہیں ہو سکتے۔ اس کائنات پر اور اس کی قوتوں پر تو وہی حکمران ہوگا جو تمام قوائے فطریہ کے اسمار اور خواص سے واقف ہوگا۔ تم تو صرف ان قوتوں کو فعل میں لانے کے لیئے مامور ہو۔ لیکن تمھاری اس مامور یت اور تمھاری تحریک سے فائدہ تو وہ اُٹھا دے گا جن کو ان قوتوں کا علم ہوگا ؛

إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

اس تمام کی تمام کائنات میں جو قوتیں چھپی ہوئی ہیں اُن کو میں ہی خوب جانتا ہوں اور تم کو اُن کا علم نہیں میرا نافذ الامر خلیفہ وہ ہوگا جو ان قوتوں کا علم رکھے گا۔ اس لیئے تم جو کل مظاہر قدرت اور عناصر کی قوتوں کو فعل میں لانے کے محرک

اور داعی ہو تم ان چھپے ہوئے قوائے کے علوم سے باخبر آدم کے آگے سجدہ کرو۔ یعنی تمھیں اُس کی اطاعت کرنی ہوگی۔ جب اُن کو ضرورت ہو۔

اللہ اللہ یہ کیسی سچی اور واقعات پر مبنی حقیقت ہے جو ان آیات میں ظاہر کی گئی ہے۔ ایک طرف تم کو مخاطب کرکے یہ کہا کہ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ یعنی آسمان اور زمین میں کی کُل کی کُل چیزیں تمھاری خادم ہیں دوسری طرف یہ اطلاع دی کہ ہم نے تمھارے جدِ اوّل میں قوائے عالم کے متعلق علم حاصل کرنے کی استعداد رکھدی اور پھر اس علم کی وسعت کے متعلق فرمایا اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ دوسری طرف ملکوت السّمٰوٰت والارض کو تمھاری اطاعت پر مامور کر نیکی خبر تم کو دی بتلاؤ اس سے بیّن اور روشن طریق پر کس کتاب نے تمھاری فطرت اور استعداد کو بلند کیا کس نے تم کو بتلایا کہ یہ زمین اور آسمان کی قوتیں تمھارے منشاء کو پورا کرسکتی ہیں۔ اگر تم اُن کا علم حاصل کرو۔ بالفاظ دیگر علوم جدیدہ جن کی غرض اِس زمین اور آسمان وَمَا فِیْھِمَا کی قوّتوں کو دریافت کرنا ہے اُس کی طرف کس کتاب نے انسان کو ایسے صاف اور بیّن طریق پر مائل کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اور کتابوں نے بھی آدم کو خدا کی تصویر کہا۔ آدم اور ملائکہ کے تنازع اور اُن کے سجدہ کا ذکر کیا۔ لیکن وہ تو کہانیاں ہی کہانیاں تھیں۔ جس کی طرف معقول پسند طبائع نے کبھی توجہ نہ کی ہاں قرآن نے اس واقعہ کی علمی حقیقت سے دنیا کو اطلاع دی کہ زمین اور آسمان کے فرشتے اُس آدم اور اُس کی اولاد کے آگے سجدہ کریں گے جو زمین اور آسمان کے مضمر قوائے کا علم حاصل کرے گا۔ اور کیا واقعات عالم نے ان قرآنی حقائق کو آج سچ کر نہیں دکھایا۔ کیا اولاد آدم کے ایک طبقے نے اپنے اُس علم کے ذریعہ جو اُس نے سائینٹفک تحقیقات کے ذریعہ قوائے عالم کے متعلق حاصل کیا ہے فرشتوں سے ایک حد تک سجدہ نہیں کروالیا۔ کیا بقدر علم و تحقیقات سمندروں کے ہواؤں کے دریاؤں کے آگ کے پانیوں کے بادلوں کے بجلی کے معدنیات کے نباتات کے

شجر کے حجر کے ملائکہ اُن کے آگے سجدۂ اطاعت نہیں کر رہے۔ لیکن اے قرآن کے پڑھنے والو تیرہ صد برس ہوئے آپ کو اس صداقت سے اطلاع دی گئی آپ نے اس سے کیا فائدہ اُٹھایا۔ قرون اولیٰ کے مخاطبین قرآن نے اس حقیقت کو سمجھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کے مالک ہو گئے۔ کیا تم انکے خلف الصدق کہلانے کے مستحق ہو۔ جنہوں نے اُن کی علمی تحقیقات کو خاک میں ملایا یا انکے سچے خلف الصدق ان علمی معاملات میں وہ اصحاب مغرب ہیں جنہوں نے ہمارے بزرگوں کی علمی تحقیقات سے اس ملکوت السمٰوٰت والارض کے سجدہ کے راز کو سمجھا اور پھر عَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا کے مصداق بننے کی کوششیں کیں۔ افسوس اور ہزار افسوس وہ قوم جن کی کتاب میں آدم اور سجدہ ملائکہ کی حکایت ایک کہانی سے زیادہ وقعت نہ رکھے جس پر عقلائے روزگار کو ہنسی آوے اور جن کے علماء الٰہیات اُس درخت کا نام درخت علم رکھیں کہ جس کے چکھنے سے آدم بہشت سے نکالا گیا یعنی جن کے نزدیک ایک طرح علم کا حاصل کرنا بہشت کو گنوانا ہو وہ اس قصے کی علمی حقیقت کو ہمارے بزرگوں سے سمجھکر آدم کا اصلی ورثہ ہم سے چھین لیں اور وہ قوم جن کو مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کا مسجود بنانے کیلئے اس قصہ کا علمی رنگ تعلیم کیا گیا وہ اس پُر معارف واقعہ کو ایک قصہ کہانی سمجھے۔

الغرض قرآن کریم نے پیدائش آدم اور سجدہ ملائکہ کی حقیقت بیان فرماکر در اصل ہمیں سائینٹیفک تحقیقات کی طرف متوجہ کیا۔ ان آیات نے نہ صرف ہماری نصب العین کو ہی انتہائی مقام تک بلند کر دیا بلکہ ہم کو تحریک کی کہ ہم ہر قسم کے علوم عالیہ میں جنہیں علوم جدیدہ بھی شامل ہیں علیٰ وجہ الکمال ترقی کریں۔ قرآن کریم میں بے شمار ایسی آیات ہیں جن سے نظر آتا ہے کہ اسلام کی عظیم بالشان غرض یہ تھی کہ دنیا میں احیاءِ علوم ہو۔ گھر گھر علم کا چرچا پھیلے انسان پر وہ علوم کھولے جاویں جن سے پہلے انسان ناآشنا تھا۔ قلم کی حکومت دنیا پر ہو اور آئندہ اشاعت علوم کا ذریعہ قلم ٹھہرے۔

یہ تو درست ہے کہ اسلام سے پہلے بھی درس تدریس تھی لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ اُس درس تدریس کا ذریعہ قلم و کاغذ نہ تھے اُس کا ذریعہ زیادہ تر سننا اور بولنا تھا وہ سینہ بسینہ علم اور اُس کی سینہ بسینہ اشاعت جو اگر تھی تو انہیں ایام کے موزون حال تھی اور بدرِ اصل انسان مجبور بھی تھا۔ کاغذ کا قائم مقام تو ہندوستان میں بھوج پتر اور ممالک میں خال خال طریق پر چمڑا تھا کامل اشاعت علم تو اُسوقت تک نہ ہوسکتی تھی جبتک دنیا کاغذ کے استعمال سے آگاہ نہ ہوتی اور یہ کون نہیں جانتا کہ دنیا پر یہ خدائے تعالیٰ کی رحمت جس کا نام کاغذ ہے یہ بھی رحمت للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کی طفیل بغرض استعمال موجودہ دنیا کے علم میں آیا۔ چنانچہ کل دنیا کا پُرانے سے پُرانا مسودہ جو کاغذ پر محفوظ ہے وہ ایک کتاب موسوم بہ غریب الحدیث ہے جو سنہ ۸۶۶ عیسوی میں لکھی گئی اور جو اس وقت لیڈن کی یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ علاوہ ازیں علم کے خلاف عَلَمِ جنگ تو خود اُن بزرگوں نے اُٹھا رکھی تھی جن کے گھر میں علم کی ایک دھندلی سی جھلک تھی۔ ہندوستان میں برہمنوں کے سوا کس کی مجال تھی اور اُن میں سے بھی خاص الخاص افراد جن کے کانوں میں اُسوقت کے معلومہ علوم کے اسرار نہایت احتیاط کے ساتھ ڈالے جاتے تھے۔ یہی حالت ایران کی تھی۔ یورپ میں کنیسوں اور خانقاہوں سے باہر علم کا لیجانا پاپائے اعظم کے ارشاد کے ماتحت قریب قریب جرم تھا۔ اور پاپائے مقدس ایک حد تک حق بجانب بھی تھے آخر اس علم کے درخت کا ایک دانہ چکھ کر جب آدم پر بہشت حرام ہوئی۔ اور دنیا سیاہ کار ہوگئی اور خود خدا کو (معاذ اللہ) جس کے عوض میں صلیب پر چڑھنا اور تین دن دوزخ میں رہنا پڑا تو پھر اگر سارے کا سارا درخت علم کا انسان چٹ جاتا تو پھر نہ معلوم کسقدر زبردست کفارہ کی ضرورت پڑتی ؛

الغرض وہ زمانہ کہ جس میں اشاعت علم کا ذریعہ کتاب یعنی قلم اور کاغذ ہو اس کو دنیا میں اسلام لایا۔ اسلام آیا اور اپنے ساتھ قلم کی حکومت لایا جس سے انسان نے وہ سیکھا جو اُسے پہلے معلوم نہ تھا یہ میرا خالی دعویٰ نہیں بلکہ زمانہ کی

تاریخ اور واقعات عالم اس کے شاہد ہیں، جو میں اس جگہ عرض کر رہا ہوں۔ کیونکہ اگر علم کا مذاق تمھارے اسلاف نے دنیا میں پیدا کیا اور دوسری قوم نے اُس کو ترقی دی تو دراصل یہ ایک ہی سلسلہ ہے اور میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ حسن اتفاق ہے۔ بعثت اسلام اور اشاعت علوم کیا یہ محض Coincidence ہے۔ جیسا کہ بعض مادہ پرست طبائع خیال کریں گی یا خاص ارادہ خداوندی ہے میں تو اسے ارادہ خداوندی ہی کہوں گا۔ اور خدارا میرے اس کہنے کو ایک ڈھل مل یقین طبیعت کا نتیجہ نہ سمجھنا۔ نہیں نہیں جب بعثت محمدیہ کی ایک زبردست غرض خود قرآن ایسے وقت قلم و علم بتلائے جب علم و قلم النادر کالمعدوم ہوں تو پھر یہ کیسے اتفاق کا نتیجہ ہوسکتا ہے یہ تو اُس علیم و قدیر کی ہستی اور اُسکے پاک ارادوں کا ایک عملی ثبوت ہے کہ وہ پیشگوئی کے رنگ میں بعثت نبوی کی ایک غرض قلم اور علم بتلائے اور پھر واقعات عالم اُس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدام کے ذریعہ اُس کو پورا کر دکھا دیں جانتے ہو وہ کونسے صداقت بھرے الفاظ تھے جو غار حرا میں روح الامین نے دنیا کے سب سے بڑے محسن اور سب سے زیادہ خیرخواہ اور بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کی شان والے انسان کے قلب مطہر پر القا کیے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (پ ۳۰ ع ۲۱)

اُس رب کے نام سے پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ وہ وہ ہے جو ایک جمے ہوئے قطرہ خون سے ایک انسان بنا دیا کرتا ہے۔ وہ تیرا رب اکرم ہے۔ وہ تیری ایسی بڑی ربوبیت کرے گا کہ تو دنیا میں اکرم اور مکرم ہو جاوے گا؛ اور یہ کوئی مشکل نہیں۔ دیکھ کہاں خون کا جما ہوا بے حیثیت قطرہ اور کہاں وہ ہیولا جس کا نام انسان ہے اگر وہ چھوٹی چیز ربوبیت الٰہیہ سے ہی ایسی

اکرم ہو جاتی ہے کہ جس کا نام انسان ہے تو وہی تیرا رب ہے تو بھی دنیا میں
اکرم اور مکرم ہونے والا ہے۔ اور تو ہی اکرم نہیں بلکہ وہ رب تیری طفیل انسان
کو اکرم کرنے والا ہے۔ کیونکہ اُس نے ارادہ کر لیا ہے۔ کہ انسان کو قلم کے ذریعہ
علوم سکھلائے اور انسان پر وہ علوم کھول دے جو اُسے معلوم نہ تھے۔ الذی
علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم انسان قلم کے ذریعہ سکھلایا
جاویگا انسان وہ سیکھے گا جس کا اُس کو علم نہ تھا۔ یہ لفظی معنے ان آیات کے ہیں۔
نہ کوئی تکلف اور نہ کوئی تصنع بلکہ علم الانسان مالم یعلم میں لفظاً
اور معناً پیشگوئی علوم جدیدہ کی ہے۔ علوم جدیدہ کیا ہیں وہ علوم جو پہلے معلوم
نہ تھے اس آیت کے لفظی معنے کیا ہیں انسان وہ علم پڑھے گا جو اُسے پہلے معلوم
نہ تھے۔ کیا یہ زبردست سے زبردست پیشگوئی نہیں۔ کیا یہ الفاظ ایسے وقت
نہیں بولے گئے جب انسان قلم کے پورے استعمال سے واقف نہ تھا۔ کیا وہ
علوم دنیا میں تھے۔ جو اسلام کی دنیا نے دیکھے۔ فرمایا اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ
فرمایا پڑھ اور تیرا رب اکرم ہے۔ کیا اس علم سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اکرم
نہیں ہوئے۔ اور اُس کے اتباع میں انسان کیا پڑھنے کی برکات کا اس میں
کُھلا کُھلا اشارہ نہیں۔ کہ پڑھنے سے دنیا میں لوگ مکرم ہوا کرتے ہیں کیا انسان
جو کل دنیا کا مکرم ہے۔ انسان جو خدا کی تصویر ہے۔ انسان جو خدا کا خلیفہ اور
اور کائنات کا بادشاہ ہے کس کی طفیل قلم کی طفیل اور اُن علوم کی طفیل جو اُسے
ان آیات کے نزول سے پہلے معلوم نہ تھے۔ یہ الفاظ جو برنگ پیشگوئی ہیں یہ
اُس علیم اور قدیر خدا کی ہستی کا پتہ دیتے ہیں جس کے علم میں ایک زمانہ علم کا
آنیوالا ہے۔ جب انسان قلم و کاغذ کے ذریعہ علمی فتوحات حاصل کر کے کل
کائنات میں مکرم ہوگا۔ وہ علیم خدا ان اسباب سے واقف ہے کہ جو دنیا میں ہیں
اور جن کے جمع ہونے پر وہ نتائج مرتب ہونیوالے ہیں۔ اور وہ قدیر خدا بھی
ہے کہ جس کے حیطۂ قدرت میں اُن اسباب کو جمع کرنا ہے کہ جس سے انسان قلم

اور علم کے ذریعہ کائنات کا مالک ہو جاویگا اور آج زمانہ نے دیکھا کہ جو الفاظ اُس علیم اور قدیر خدا نے تیرہ صد برس پہلے کہے وہ آج کیسے پورے ہوئے۔ دراصل یہ امر ہستی باری تعالیٰ کا خود ایک ثبوت ہے، اور پیشگوئیاں خدا کے نبی اسی لئے کیا کرتے ہیں ÷

مبارک ہے وہ دین جس کا نام اسلام ہے یعنی قوانین الٰہیہ کی متابعت اور اطاعت۔ جس کے نام میں اشارہ ہے کہ اسلام کے نام لیوا۔ قوانین الٰہیہ کی واقفیت کے لئے علوم جدیدہ سیکھیں مبارک ہے وہ مکرم معظم انسان علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام جس کی تشریف آوری کی ایک غرض علم الانسان مالم یعلم یعنی تعلیم علوم جدیدہ ہوں۔ مبارک ہے وہ کتاب جس نے پیدائش آدم کی ایک زبردست غرض علوم جدیدہ کا حاصل کرنا اور اُن کے ذریعہ مسجود ملائکہ کائنات ہونا بتلایا۔ پرائے قرآن پڑھنے والوں کی اولاد کیا کُل دنیا میں سب سے اوّل تم ان آیات کے مخاطب نہ تھے تم نے قرآن میں نہ دیکھا تھا کہ آدم مسجود ملائکہ اگر ہو سکتا ہے تو علم کے طفیل۔ آدم کا اگر حقیقی ورثہ ہے تو علم۔ خدا کی اگر تمھیں بنانے کی منشا ہے تو علم۔ لیکن تم بتلاؤ تم نے منشاء خداوندی کو پورا کیا۔ کیا تم علم حاصل کرکے زمین پر اُس کے خلیفہ بنے پر خیر تم نے خدا کی منشا نہ سہی فرشتوں کا خیال تو پورا کر دیا ÷

آدم کی پیدائش پر آدم کے متعلق دو باتوں کی توقع دو طرفوں سے کی گئی تھی۔ اگر خدائے تعالیٰ اس امر کا آدم سے متوقع تھا کہ اولاد آدم فرشتوں کی مسجود ہوگی تو ملائکہ کی توقع وہ تھی جو اُن کے اس قول سے ظاہر ہوئی۔

اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ

کیا آدم کو اس لیئے بنایا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں موجب فساد اور قتل مقاتلہ کرے۔ چلو خلیفۃ الارض کی حیثیت میں مسجود ملائکہ نہ سہی مفسد زمانہ سہی یہ ہم سے کب ہو سکتا تھا کہ ملائکہ جیسے وجود ہم سے ایک توقع رکھیں اور ہم اُس کو پورا نہ کریں۔

کونسا فساد ہے جو ہم نہیں کرتے۔ کونسی مفسدہ پردازیاں ہیں جو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل نہیں۔ کونسی اصلاح ہے کہ جس کے مقابل عَلَم مخالفت ہم بلند نہیں کرتے ہم ہیں کہ قعر مذلت میں روز بروز گرتے جاتے ہیں۔ جاہلانہ زندگی سے ہم کو عار نہیں اخلاق ہمارے تباہ ہو رہے ہیں۔ معاشرت ہماری بگڑی ہوئی ہے۔ سوسائٹی ہماری بدکرداریوں کا پردہ۔ فسق و فجور کے ہم بادشاہ۔ جائدادیں ہماری نیلام وثیقہ ہمارے رہن نہ غربت کا احساس نہ شرافت کا خیال حوالات ہیں تو ہم سے معمور جیل میں شاہی مہمان ہیں تو ہم شراب خانہ کے مربی ہیں تو ہم۔ قمارخانہ کی باعثِ رونق ہیں تو ہم۔ جائدادیں بکتی ہیں تو ہماری وثیقوں پر اُدھار کھاتے ہیں تو ہم۔ اچھا یہ تو وہ باتیں ہیں جن کے متعلق آپ میں سے تعلیم یافتہ طبقہ یہ فرمائے کہ یہ باتیں اُن سے تعلق رکھتی ہیں جو شاید ہماری قوم میں سے زیور علم سے معرّا ہیں لیکن مجھے آپ معاف فرماویں اگر مَیں اپنے ہم چشم تعلیم یافتہ اصحاب سے دریافت کروں کہ کیا آپ ایک دوسرے کے مقابل برآج سرپیکار نہیں۔ کیا آئے دن انجمنوں میں کمیٹیوں میں مجلسوں میں ہماری ذاتی غرضیں ہمیں ایک دوسرے کے مقابل نہیں لا رہی ہیں کیا ہم ایک دوسرے پر الزام لگانے میں مشاق نہیں۔ اگر اتفاقاً ہم میں سے کوئی قومی خدمت کا ذمہ لے لے تو کیا ہم اُس پر نفسانیت کا الزام دینے کو طیار نہیں ہم نہ خود کوئی کام کرتے ہیں اور جو کر رہے ہیں چلو ذاتی غرض سے ہی سہی اُن کو کرنے نہیں دیتے کیا اگر ہم میں کوئی محض فضل ربی سے صف اول میں آجاوے اور گورنمنٹ کے مراحم خسروانہ کا مورد ہونے لگے تو ہم میں حسد نہیں بھڑک اٹھتا اور اُس کی پبلک میں تضحیک و تذلیل کے ہم درپے نہیں ہو جاتے کیا بعض وقت آفیشل سرکل میں عزت پانے کے لیئے ہم قوم فروشی دین فروشی دوست فروشی نہیں کیا کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ ہمارے دماغ روشن ہیں اور ہم اصلاح کے لیئے آئے دن انجمنوں اور اسوسی ایشنوں کی بنیاد بھی ڈالتے

ہیں۔ لیکن خدارا بتلاؤ انجمنیں جو ہم بناتے ہیں، قوم کو فائدہ پہنچانے کے لیئے یا اپنے کلاہ عزت میں ایک پر اور لگانے کے لیئے یعنی اُن دو تین چوٹی کے عہدوں کو حاصل کرنے کے لیئے کہ جس سے ہم دنیا میں فلاں انجمن یا اسوسی ایشن کے پریسیڈنٹ یا سکرٹری کہلائیں کیا اگر چلتی ہوئی انجمنوں میں ہمیں عہدہ نہ ملے تو اُن انجمنوں کی بیخکنی کرنے کے لیئے ہم نئی انجمنیں نہیں بنا لیا کرتے۔ بسا اوقات قومی مفاد اور قومی انٹرسٹ کو ہم نے نفسانیت کے مذبحہ پر قربان نہیں کیا۔ ہم میں کون ہے جس نے قوم کی خدمت کی لیکن خطاب حاصل کرنے معزز عہدہ پانے اور بڑے آدمی کہلانے کے خیال کو سر سے نکال دیا ہم تعلیم پاکر بیشک چار پیسے کما لیتے ہیں ہم اور ہمارے خاندانی تعلق والے خوش حال زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن کیا اُس روپیہ میں قوم کا بھی کوئی حصہ ہے ؟

ہم کو اپنی ڈگریوں اور اعلیٰ تعلیم پر تو بڑا دعویٰ ہے لیکن حقیقی کام اگر تعلیم کا معیار سمجھا جاوے اور اس معیار پر ہمیں پرکھا جاوے تو گذشتہ پچاس سالوں میں ہماری تعلیم یافتہ جماعت نے کتنے **نورالدین** کتنے اسمٰعیل شہید کتنے سید احمد کتنے نذیر احمد کتنے مہدی علی کتنے مشتاق حسین پیدا کیئے۔ او ہو یہ تو بڑا مطالبہ ہے ہم تو اُس جوش کو بھی قائم نہیں رکھ سکتے اور اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں جانتے جو بعض تحریکات سے ہمارے بزرگ ہم میں پیدا کر دیتے ہیں وہ جوش اور سرگرمی کا دریا جو سر آغا خان نے اگلے دن ہماری قوم میں بہا دیا جس کی موجوں کو دیکھکر ایک زمانہ دریائے حیرت میں غرق ہو گیا۔ جس پر کل دنیا پکار اُٹھی کہ مسلمان زندہ ہیں افسوس اُس سرگرمی اور اُس زندگی پر ایک سال بھی نہ ہوا کہ اوس پڑ گئی۔ ایک لہر زندگی کی تھی جو اُٹھی اور بیٹھ گئی۔ پھر وہی مُردنی وہی سراسیمگی وہی سہل انگاری وہی غفلت یہ کیوں اس لیئے کہ ہم میں عقد ہمت نہیں ہم میں استقامت

نہیں ہم میں قوت فیصلہ نہیں ہم میں استقلال نہیں ہم قول مردان جان دارد کے قائل نہیں۔ ہم میں ایفائے عہد نہیں ہم میں مروّت نہیں ہم میں ایثار نہیں ہم میں قدردانی کا مادّہ نہیں ہم میں شجاعت نہیں ہم میں صبر نہیں کسی قانون مذہبی اور عرفی کے ہم پابند نہیں اِلّا ماشاء اللہ۔ اور مَیں فی الجملہ کہتا ہوں کہ ہم میں تقویٰ و طہارت نہیں۔ اور یہ وہ اخلاق ہیں جو قوم بنانے کے لئے ضروری تھے۔ یہ کیوں یہ اس لئے کہ ہم نے اُن علوم سے مُنہ موڑا جن کے حاصل کرنے پر ہم میں یہ اخلاق فاضلہ پیدا ہوتے ہم نے اُس کتاب کو پس پشت کیا جو انسان کو انسان بنانے کے لئے دنیا میں آئی۔ کیا مراکو طرابلس اور ایران کے معاملات نے اسلام کی حالت کو زیادہ مخدوش کر دیا ہے۔ مَیں کہتا ہوں نہیں۔ اگر اس زمانہ نے غلبت الروم فی ادنی الارض کے واقعات کو دُھرایا ہے تو وھم من بعد غلبھم سیغلبون کا مژدہ بھی عنقریب دُھرایا جاوے گا۔ اصلی اور حقیقی خطرہ میں تو اسلام کو یورپین اقوام نے نہیں بلکہ انگریزی خوانوں نے خود ڈال رکھا ہے اور بالفرض اگر عیسائی اقوام نے ہمارے بھائیوں سے کچھ ملک چھین لیا تو کیا ہوا۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (پ ۴ ع ۵)۔ لیکن ہم انگریزی خوان تو اپنے بھائیوں کا دین و ایمان تک چھین کر رہیں گے۔ کون نہیں جانتا کہ قوم کی آنکھ اس وقت انگریزی خوان جماعت پر ہے کون نہیں جانتا کہ ہمارے افعال و اقوال ہمارے متعلقین پر کسقدر اثر ڈال رہے ہیں وقار الملک اور اُس کے معاصرین بڈھوں کو گذر نے دو تو پھر کل کی کل قوم ہمارے رنگ میں رنگین ہونیوالی ہے۔ لیکن کیا ہم خود اسلامی رنگ میں رنگین ہیں یا کعبہ چھوڑ کلیسا کو جارہے ہیں اگر بعض یورپین اقوام اسلام کے لئے خیر اندیش نہیں تو ہم کہاں کے خیر خواہ ہیں اگر یہی اسلام ہے جو ہم میں ہے تو بنلاؤ

کتنے دن کا یہ مہمان ہے او کامریڈ والے خدا تیرا بھلا کرے کیا سچ تو نے کہا ہے کہ اسلام اقوام یورپ سے نہیں بلکہ تعلیم یافتہ سلمانوں سے زیادہ خطرہ میں ہے۔ آخر اسلام کس کا نام ہے بخش اور دین کا جزو نام ہوتا ہے اگر یہی ہے تو کیوں تم کو گنگا دین۔ ماتا دین اور دیوی بخش کا بھائی نہ سمجھا جاوے۔ اور اگر اسلام کی تمیز کے لیئے شعار اسلام ہونے چاہییں تو بتلاؤ وہ ہم میں کہاں ہیں؟ خدا کی کتاب ہے تو پس پشت۔ فرائض اسلام ہیں تو متروک۔ سنت نبوی ... ہے تو نا قابل توجہ۔ کیا جس طریق اباحت کو ہم نے اختیار کر رکھا ہے یہ پچاس سال میں اسلام کی ہیئت کو نہ بگاڑ دیگا دیکھو اسلام کا ایک نشان اسلامی نماز ہے۔ بتلاؤ ہم میں سے اس کے کتنے پابند ہیں کیا یہ مڈل ایجز (ایام وسطیٰ) کی وحشیانہ رسوم کا بقیہ ہے جو ہمارے گلے سے اترتا نہیں یا اُس حکمت وفضیلت کے سرچشمہ نے کسی خاص حکیمانہ اصول پر ہمارے لیئے اسے اختیار کیا تھا کہ جس کا نام جانم فدا محمدؐ ہے کیا نماز کا حکم کسی حدیث کی بنا پر ہے جسے ہم وضعی یا ضعیف ٹھہرا کر پیچھا چھڑا لیں یا اس کا ذکر اُس کتاب حفیظ میں ہے جس کی شان میں اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ آیا ہے وہ نماز جو سفر میں حضر میں۔ امن میں جنگ میں چھوڑی نہ جا سکتی تھی جنتی کہ تلواروں کی چھاؤں اور نیزوں کے سایہ تلے جس کے پڑھنے کے لیئے قوانین قرآن نے مرتب کیئے تھے وہ نماز آج کیا ہے افسوس یہ ہماری حالت ہے ہمارا نقشہ یہ بیخکنی اسلام کی خود ہمارے ہاتھ سے اور اُلٹی کی قزاقی پر ہم کو رنج۔ یہ سب کچھ کیوں اس لیئے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑا ۞

درس قرآں نہ اگر ہم نے بھلایا ہوتا	یہ زمانہ نہ زمانہ نے دکھایا ہوتا
ہم نے قرآں کو مسلک جو بنایا ہوتا	قوم کے خفتہ نصیبوں کو جگایا ہوتا
ڈالتے ہم نہ پس پشت اگر قرآں کو	میرے آقا کو نہ محشر میں رلایا ہوتا
چاٹ لیں تم نے کتب فلسفہ اور منطق کی	ہاتھ بھولے سے بھی قرآں کو لگایا ہوتا

لائی ہر ڈاک تیرے واسطے لنڈن سے کتاب — گھر سے ہمسایہ کے قرآن بھی منگا یا ہوتا
خیر یورپ کی ہی تقلید اگر مقصد ہے — تو نمونہ اُسے ہر طرح بنا یا ہوتا
وہ جو انجیل یہاں تجھ کو سنانے آئے — تُو نے قرآن وہاں جا کے سنا یا ہوتا
قوم کا لفظ ترے ورد زباں رہتا ہے — قوم کو راز ترقی بھی بتا یا ہوتا

قوم کے درد کا درماں ہے تو یہ قرآں ہے
مفلسی میں کوئی ساماں ہے تو یہ قرآں ہے

کچھ تو بتلاؤ کہ تھا کونسا فطرة کا وہ راز — جس سے اسلاف تمہارے ہوئے سب پہ ممتاز
باغ عالم میں وہ تھی صورتِ مرغ بے پر — کس کے اُڑنے سے اُڑے یہ نرالے انداز
اُڑ کے اس عالم سفلی سے فلک بوس ہوئے — پر شکستوں کو دیا کس نے مذاق پرواز
کس نے تعلیم دیئے علم لدُنی اُن کو — قوم امی تھی فضیلت کے لیئے مایۂ ناز
صید ہونے لگے مرغان علوم عالم — اُنکی تحقیق کے اُڑنے لگے جب جرّہ باز
کس نے وہ اوج کمال اُن کا کیا نصب العین — منتہی غیر کی اور اُن کا ابھی ہو آغاز
ہم نفس ہو کے وہ کیا راگ انہوں نے چھیڑا — نظم عالم کے قوی ہو گئے اُنکے دمساز
کچھ تو اے قوم بتا کونسا وہ افسوں تھا — تیرے اسلاف نے جس سے یہ دکھائے اعجاز

مَیں یہ کہتا ہوں وہ اعجاز یہی قرآں ہے
اور ترقی کا تری راز یہی قرآں ہے

پیارو وہی قرآن ہے اور وہی اُس کے مقدس الفاظ۔ اگر اس میں پہلے اعجاز تھا تو اب بھی وہی ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا۔ خدا را تاریخ زمانہ دیکھو کیا عربوں سے زیادہ جہالت اور اخلاقی پستی میں کوئی قوم ہوگی۔ جب قرآن آیا۔ پھر کیا وہ اُس کی طفیل جس معراج ترقی پر پہنچے اُسکی نظیر کہیں ہے اور پھر مَیں آپ سے پُوچھتا ہوں کہ جسقدر اقل سے اقل زمانہ تمہارے بزرگوں نے اس کتاب پر چلکر منازل ترقی طے کرنیکے لیئے لیا۔ کیا وہ خود ایک حیرت انگیز واقعہ دنیا کی تاریخ میں نہیں۔ اور پیارو تم تو تعلیم یافتہ ہو جو ایام جاہلیت

کے عرب نہ تھے۔ آپ زیور علم سے آراستہ ہیں جو قرآن سے پہلے وہ نہ تھے۔ آپ کی عقلیں صیقل شدہ ہیں آپ کی طبیعت منجھ چکی ہے اور یہ بات اُن کو نصیب نہ تھی۔ اگر وہ ایام جاہلیت سے نکلکر قرآن کی طفیل یہ کچھ کر گئے، تو اس علم و روشنی کے زمانہ میں تم کیا کچھ کر سکتے ہو۔ پیارو میں تم کو سچ سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں قرآن کا اگر کوئی قدردان ہو سکتا ہے تو تم انگریزی خوان قرآن کے معارف اور معانی پر جان قربان کرنیکی کوئی اہلیت رکھتا ہے تو تم نو تعلیم یافتہ اس بحر علوم کے دُرِ شاہوار کا اگر کوئی غواص ہے تو تم گر بجوایٹ ذرا اس عروس حکمت و فضیلت کا نقاب تو اُٹھاؤ تو پھر کیا مجال کہ اس کے بے دام وں غلام نہ بنجاؤ۔ بیسیوں نیوٹن سیکڑوں ہیزل ہزاروں لاک اور لاکھوں سپنسر* اسپر تم قربان کردو گے۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

کی حقیقت سے اطلاع دینے کے بعد کیا رینان کا حق ہے کہ وہ اسلام کو علم و فضیلت کی روک تبلائے۔ کیا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کی تعلیم کے بعد یورپین مورخین کا حق ہے کہ وہ اسلام پر حملہ کریں اور کہیں کہ اس نے صدیوں تک یونانی اور رومی حکمت و فلسفہ کی ترقی کو مسدود کر رکھا۔ لیکن انکا کیا قصور ہم خود اس معارف سے آگاہ نہیں تو انکو کون اطلاع دے۔ اے قرآن کے سچے خادم ہونیکے مستحق گریجوایٹو اُٹھو جاگو ہوشیار ہو جاؤ اگر یورپین قومیں مِن كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ کی پیشگوئی پوری کرتی ہوئیں ممالک مختلفہ کو فتح کر رہی ہیں تم روحانیت اور اخلاق کے ساتھ علم و فضیلت کے ساتھ قرآن کے حقائق و معارف کے ساتھ انکے دلوں کو فتح کرلو۔ اُن کے دین و مذہب پر فتح اُن کے گرجاؤں پر اُن کے کالجوں پر بالآخر اُنکی یونیورسٹیوں پر۔ اور یاد رکھو اسلام کی یہ فتح اب مقدر ہے وہ ہو کے رہے گی ہاں۔

بمفت این اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ ❊ قضائے آسمانست این بہر حالت شود پیدا

* یہ یورپین فلاسفروں کے نام ہیں۔

یورپ کی سوسائٹی پر چند ایک اصول حکمت حکمران ہیں جنکے مجموعہ کا نام ریشنلزم ہے۔ اُن اصولوں پر غور کرو اور میں آپ کی اعلیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ وہ اصول سب کے سب یا تو بجنسہ یا اُن سے بہتر تم قرآن حکیم میں پاؤ گے۔ دنیا میں یہ اصول چھٹی صدی عیسوی سے پہلے نہ تھے اور یورپین محقق کہتے ہیں کہ گذشتہ دو ایک صدی کی تحقیق کا نتیجہ یہ اصول ہیں جاؤ اور اُن کو بتلاؤ کہ انکا ماخذ تیرہ صد برس سے پہلے دنیا میں آچکا ہے وہ تمہارے خود بخود غلام ہو جاویں گے۔ وہ مسجود ملائکہ تو ہیں لیکن یہ امر چنداں قابل رشک نہیں وہ تو اُن ملائکہ کے مسجود ہیں جو عالم سفلی سے تعلق رکھتے ہیں اور تمہارے بزرگ تو علیین کے بادشاہ تھے اگر آگ پانی ہوا اور بجلی کے فرشتے ایک حد تک اُن کے زیر فرماں ہیں تو تم روحانیات اور اخلاق فاضلہ کے فرشتوں کو اپنا تابع فرمان کرو۔ اور یہ وہ بات ہے جو انہیں نصیب نہیں۔ آج اٹلی کی قزاقی اور اسیر یورپ کی خاموشی نے یورپ کی تہذیب کا بُت اُس کے اونچے سے اونچے معبد سے نیچے خاک میں گرا دیا اور اچھا ہوا جو ہماری نگاہ سے اُن کی تہذیب کی وقعت جاتی رہی۔ اور یاد رکھو یہ تاریخ کا سچا مسئلہ ہے کہ اخلاق فاضلہ کے ماتحت عالم اسفل کی چیزیں آجاتی ہیں۔ اگر روحانیات کے اور اخلاق فاضلہ کے ملائکہ تمہیں سجدہ کرنے لگ جاویں تو عالم سفلی تو انکی اطاعت سے الگ نہیں۔ یہی وہ راز ترقی ہے جو تمہارے بزرگوں کو نصیب ہوا۔

اے تعلیم یافتہ جوانو! اسلام تم سے ایک فدیہ مانگتا ہے اور بحمداللہ تم اُس فدیہ کے قابل ہو۔ وہ فدیہ تمہارے ذہنی قوی تمہارے سلجھے ہوئے دماغ اور منجھی ہوئی عقلوں کا کچھ حصہ ہے۔ تم سے خدائے اسلام خدائے محمدؐ اور خدائے قرآن خدمت قرآن چاہتا ہے اور تم اُس خدمت کے

قابل ہو سکتے ہو۔ مگر اُس وقت جب تمہارے ہاتھ میں قرآن تمہارا شعار اسلام تمہارے سر سجدوں میں اور تمہارے ہونٹ روزوں سے خشک۔ تمہارے مالوں وقتوں اور ذہنی قوتوں میں خدا کا حصہ بصورتِ زکوٰۃ۔ تم ٹھیک اُسی طرح خدا کی راہ میں ذبح ہونے کے لیئے طیار ہو جاؤ جس طرح تم قربانیوں کو ذبح کرتے ہو۔ تم جس طرح اللہ اکبر کی چھری اُنکی گردن پر پھیرتے ہو اُسی طرح خدا کی راہ میں قوم کی خدمت میں۔ دین کی عزت میں۔ اپنے خیالات پر اپنے جذبات پر اپنی آسائشوں پر اپنے گھروں کی محبت پر اور اولاد کے تعلق پر قربانی اللہ اکبر کی خاطر اور اُس کے نام پر چھری پھیر دو کیونکہ اصل مقصد ملّا کا یہی ہے۔ فی الجملہ تم مسلمان بنجاؤ تو پھر ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے نصرت کا دروازہ تمپر کھل جاوے ؛

ریویو

دافع البلاء والطاعون والوباء۔

یہ رسالہ انجمن احمدیہ حیدر آباد دکن ذکوٹمہ عالیجاہ۔ بی بی بازار نے ان دنوں میں جب کہ علاقہ حیدر آباد میں طاعون زور سے پھیلی ہوئی تھی تبلیغ کی غرض سے شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت اقدس کی تحریروں میں سے دس مختلف مقام طاعون کے متعلق انتخاب کر کے نقل کیئے گئے ہیں اور آخر میں طاعون سے بچنے کے لیئے حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام کی فرمائی ہوئی دعائیں درج کی گئی ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء

کلمۃ اللہ اعنی ابن عبد اللہ - یہ رسالہ مولوی الہ دین صاحب لدھیانوی واعظ انجمن حمایت اسلام نے ایک پادری کے جواب میں لکھا ہے جس میں قرآن مجید کے رُو سے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہونے کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے رسالہ قابل دید ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو مسیحی مذہب سے خاص دلچسپی ہے اور اُن کی تحریریں اس مذہب کے متعلق بہت مفید ہوتی ہیں اس رسالہ پر اُنہوں نے قیمت نہیں لکھی - ۲۶ صفحہ کا رسالہ ہے۔ مصنف سے مل سکتا ہے۔

آریہ دھرم کا پول - شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے اپنے ایک لیکچر کو جو انہوں نے ۷۔ مئی ۱۹۱۱ء کو انجمن احمدیہ بٹالہ کے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دیا تھا سامعین کی خواہش کے مطابق ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہے۔ یہ رسالہ آریہ دھرم کے پول کو خوب اچھی طرح سے ظاہر کرتا ہے۔ اس مذہب کا نقشہ مختصر رنگ میں بڑی عمدگی کے ساتھ کھینچا گیا ہے صفحے ۲۴ قیمت ار

ادعیۃ الاحادیث - مؤلفہ محمد ظہور الدین اکمل آف گولیکے۔ اس رسالہ کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے مؤلف رسالہ عرض حال میں لکھتے ہیں:

"اب خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں نے احادیث کی تمام دعائیں جمع کیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات کے لیئے اپنی امت کے افراد کو فرمائیں۔ یہ وہ دعائیں ہیں۔ جو خدائے تعالیٰ کے حضور قبولیت کی سند لے چکی ہیں پس کیا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو یہ دعائیں اپنا وظیفہ بنائے۔" دعاؤں کا ترجمہ سلیس اردو نثر میں دیا گیا ہے۔ ادعیۃ القرآن (قرآن مجید کی دعاؤں) کا ترجمہ انہوں نے نظم میں دیا تھا۔ ۴۲ صفحے قیمت صرف ار دفتر تشحیذ الاذہان قادیان سے طلب کرو۔

نیر اسلام - یہ ۸۴ صفحہ کی کتاب شیخ رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ اسلام نے تصنیف کی ہے۔ جسمیں۔ صداقت اسلام۔ بائبل کی پیشگوئیوں۔ قرآن شریف

کی بعض خوبیوں۔ اور روح القدس کے نزول پر مفصل بحث کی ہے۔ خصوصاً بائبل کی پیشگوئیوں پر یہ کتاب بہت محنت سے تیار کی گئی ہے۔ خدائے تعالےٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ قیمت ۵ر ملنے کا پتہ محمدؐ یمین صاحب سہارنپوری تاجر کتب قادیان ؛

احمدی پاکٹ بک حصہ اوّل و دوم } یہ دو رسالے جیبی تقطیع پر سید عبد الحی صاحب عرب (مولوی فاضل) قادیان نے حال میں تالیف کیئے ہیں۔ ان رسالوں میں مندرجہ ذیل مضامین پر ناظرین کے فائدہ کے لیئے مختصر لیکن کافی بحث کی گئی ہے۔ (۱) قرآنی آیات متعلق وفات مسیح (۲) لفظ توفی کے معنے قرآنی آیات کے رُو سے (۳) لفظ توفی کو آنحضرت صلعم صحابہؓ اور اُمّہات المومنینؓ نے موت کے معنوں میں استعمال کیا (۴) وفات مسیح احادیث کے رُو سے (۵) انی متوفیك اور فلما توفیتنی کی تفسیر کتب تفاسیر میں۔ (۶) توفی کے معنے لغت عرب کے رو سے (۷) لفظ خلا کی تحقیق۔ اوّل قرآن شریف کے رو سے۔ دوم احادیث کے رو سے سوم کتب تفاسیر کے رُو سے۔ (۸) خاص پانچ آیات متعلقہ وفات مسیح کی تفسیر متقدمین مفسرین کے رو سے (۹) لفظ رفع کی تحقیق بطریق بالا۔ (۱۰) لفظ نزول کی تحقیق بطریق بالا۔ (۱۱) دجال کے متعلق لفظ نزول کا استعمال (۱۲) وفات مسیح کے متعلق پہلے نیک لوگوں کی گواہی۔ (۱۳) عدم رجوع موتیٰ (۱۴) دجّال کی تحقیق (۱۵) مجددین اسلام (۱۶) آخری زمانہ کے علامات اور مسیح اور مہدی کا ظہور - (۱۷) ثبوت دعویٰ مسیح موعودؑ۔ اوّل قرآن مجید سے دوم احادیث سے سوم نشانات آسمانی سے۔ (۱۸) خدمات مسیح موعودؑ۔ یہ مضامین صرف پہلے حصہ کے ہیں۔ اس سے ناظرین اس پاکٹ بک کے مفید ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ دونوں حصوں کی قیمت ۱۲ر مؤلف سے طلب کرو ؛

ایک قرآنی پیشگوئی

(سلسلہ کے لیئے ملاحظہ ہو گذشتہ نمبر)

سیل کا اعتراض متعلق پیشگوئی

غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ

مسیحی پادری ایسی بیّن پیشگوئی کے ماننے میں بہت پس و پیش ظاہر کرتے ہیں۔ اور انہوں نے سچائی کو چھپانیکے لیئے بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ لیکن انکی تمام کوششیں ایسی ہیں جنکو دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ سیل نے اعتراض کی بنا صرف مفسرین کی اختلاف رائے پر رہے۔ وہ کہتا ہے کہ تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ پیشگوئی صریح طور سے پوری ہوئی۔ مگر وہ تکمیل کی تفصیل میں متفق نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایرانیوں کو سنہ ہجری سے پانچ سال پہلے فتح حاصل ہوئی تھی۔ اور رومیوں نے انکو جب شکست دی اسوقت سنہ ہجری کا دوسرا سال تھا جس سال کہ بدر کا معرکہ ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ایرانیوں کو سنہ ہجری سے تین یا چار سال پہلے فتح ہوئی تھی اور رومیوں نے انکو سنہ چھ یا سات ہجری میں شکست دی جبکہ صلحنامہ حدیبیہ واقع ہوا۔"

ان دونوں رائوں میں سے کونسی صحیح رائے ہے۔ اس کا دریافت کرنا کوئی مشکل امر نہیں صرف ضرورت اتنی ہے کہ ہر شخص اول پیشگوئی کے اصل الفاظ کو دیکھ لے اور پھر تاریخ کا ملاحظہ کرے دونوں کے ملانے سے صحیح واقعات کا پتہ لگ جانا بہت سہل امر ہے۔ کیونکہ اس طرح بخوبی پتہ لگ جاتا ہے کہ کب یہ پیشگوئی شائع ہوئی اور کب پوری ہوئی۔ خود آیت پر غور کرنے سے پتہ لگ جاتا ہے کہ وہ سنہ ۶۱۵ عیسوی کے بعد نازل ہوئی۔ سیل خود لکھتا ہے "تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ خسرو پرویز شاہ ایران نے جب رومی سلطنت پر چڑھائی کی تو اس کو فتوحات نمایاں حاصل ہوئیں۔ اس لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ خسرو پرویز کے خسر کو فوکس نے قتل کر ڈالا تھا۔ اس کا انتقام لینے کے لیئے خسرو نے مشرقی رومی سلطنت جسکو یونانی سلطنت بھی کہہ سکتے ہیں چڑھائی کی۔ رومی تاب مقابلہ نہ لا سکے نتیجہ یہ ہوا کہ قریبًا بائیس سال تک ایرانی فتح پر فتح حاصل کرتے گئے۔ خاص کر کے ۶۱۵ عیسوی میں یعنی سنہ ہجری سے چھ سال پہلے۔ اسوقت ایرانی اپنے عروج پر پہنچ گئے۔ اس سے ایک سال قبل انہوں نے

شام فتح کرلیا تھا اور اب انہوں نے فلسطین پر قبضہ کرکے یروشلم پر جھنڈا گاڑ دیا۔ غالباً اس آیت کا اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے کیونکہ یہی واقعہ الفاظ آیت سے مطابقت کھاتا ہے۔ اور عربوں کو خواب خرگوش سے بھی بیدار کرنیوالا یہی واقعہ ہوسکتا ہے کیونکہ فلسطین اور یروشلم انکی سرحد پر واقع ہیں۔ اسوقت رومیوں کا حال ایسا پتلا ہوگیا تھا کہ بظاہر کوئی وجہ انکی سر اُٹھانیکی معلوم نہ ہوتی تھی۔ غالب آنا تو درکنار اپنی کھوئی ہوئی طاقت کا بحال کرنا ایک ناممکن امر معلوم ہوتا تھا ایسی حالت میں انکا ایرانیوں کو چشم زخم پُہنچانا غالباً وہم میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کیونکہ ۶۱۵ء کے بعد بھی ایرانیوں کو پہلے سے بھی زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں یہانتک کہ انہوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کرلیا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ سیل کی رائے میں یہ پیشگوئی ۶۱۵ عیسوی کے بعد کی ہے۔ کیونکہ غُلِبَتِ الرُّومُ والی آیت فلسطین کی فتح کے بہت بعد نازل ہوئی۔ سیل اس بات کا بھی مقر ہے کہ جب یہ پیشگوئی شائع کی گئی اسوقت رومی سلطنت بڑی مصیبت میں مبتلا تھی۔ اور اسوقت بالکل امید نہ تھی کہ رومی اپنے نقصانات کو پورا کرسکیں گے۔ ایرانیوں کو نقصان پُہنچانا تو بالکل الگ رہا۔ رہا اب معاملہ پیشگوئی کے پورا ہونیکا۔ تاریخ کھولکر بتلاتی ہے کہ ایرانیوں پر جب معاملہ صورت دگرگوں اختیار کرنے لگا اسوقت سنہ عیسوی ۶۲۳ تھا جبکہ رومیوں کو پہلی فتح نصیب ہوئی۔ مَیں پہلے بھی ذکر کرآیا ہوں کہ پہلی فتح ہرقل کو ۶۲۳ عیسوی یعنی ہجرت سے ۶ ماہ بعد نصیب ہوئی۔ اس کے بعد فتح ہمیشہ ہرقل کے شامل حال رہی۔ یہانتک کہ اس نے آذربایجان پر حملہ کرکے ایرانیوں کے ایک بڑے آتشکدہ کو تباہ کردیا۔ دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹینکا۔ گیارھویں ایڈیشن جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۴۔

ہرقل کی یہ کامیابی خسرو پرویز کی کامیابی کے عین مشابہ اور مقابل کی تھی۔ کیونکہ جب خسرو پرویز نے یروشلم کو ہلاکر کے فتح کرلیا تو جو تباہی آتشزدگی کی وجہ سے وقوع میں آئی اس میں قبر مسیح اور ہیلینا اور فلسطین کے گرجے سب جلکر راکھ ہوگئے یا کم سے کم انکو سخت نقصان پہنچا۔ ایک دن کی ظالمانہ کارروائی نے تین سو سال کے چڑھاوے چشم زدن میں تباہ کردیئے۔ ایرانی سردار کاہن زکریا اور اصلی صلیب کو ایران لے گئے۔ ان نقصانات کی تلافی جنکی وجہ سے یہ پیشگوئی وقوع میں آئی ہرقل نے ۶۲۴ عیسوی میں کی بقول گبن "ہرقل کے احکام کے بموجب اُس کے سپاہیوں نے ہزاروں سال سے جلتی ہوئی مقدس آگ کو بالکل بجھادیا۔ اور آتش پرستوں کے مندروں کو تباہ کردیا۔ جسقدر شاہان ایران کے مجسمے قائم تھے اور جن کو اپنے اپنے

زمانوں میں خدائی کے دعوے تھے ان تصویروں کو آگ کے سپرد کردیا گیا یہانتک کہ رومی سپاہیوں نے ارومیہ کو تباہ کردیا تھا جو حضرت زردشت کا زاد بوم تھا اور اس طرح اس بے حرمتی کی کچھ حد تک اس نے تلافی کرلی جو ایرانیوں کے ہاتھوں عیسائیوں کے مقدس مقامات کے متعلق ظہور میں آئی تھی" ہرقل کی اِن فتوحات نے کچھ حد تک نہیں بلکہ اس بے حرمتی کا جو ایرانیوں سے سرزد ہوئی تھی پورا پورا بدلہ لیا عیسائی اسکو پورا بدلہ نہ سمجھیں کیونکہ وہ اپنی نادانی اور کم فہمی سے مسیح کو خدا سمجھے ہوئے ہیں مگر اس طرح ایرانی بھی اپنے شاہان کو خدا اور حضرت زردشت کو خدا سے بڑھا ہوا سمجھتے تھے۔ لیکن ایک تاریخ نویس کی نظر میں اور ایرانیوں کے نقطہ خیال سے جو بے حرمتی ہرقل کے ذریعہ ایرانیوں کے مقدس مقامات کی وقوع میں آئی وہ مسیحیوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی سے بدرجہا بڑھکر تھی۔ اور چونکہ ہرقل کی یہ فتح خسرو پرویز کی اس فتح کی مقابل تھی جو فتح یروشلم کے وقت ظہور میں آئی تھی اور جس کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے غُلِبَتِ الرُّومُ اس لیئے ہرقل کی اس فتح کو پیشگوئی کا اتم طور سے پورا ہونا خیال کرنا چاہیئے۔ ہاں ہم اس بات کے کہنے سے رُک نہیں سکتے ہیں کہ ہرقل کی دانائی قابل تحسین ہے کہ اس نے پچاس ہزار قیدیوں کی رہائی کیلیئے حکم دیدیا۔ گبن کہتا ہے کہ اس احسن تدبیر کی وجہ سے ہرقل کی نیکدلی کی شہرت جابجا ہوگئی۔ اور ایرانی لوگ اپنے بادشاہ کے تکبر اور ظلم کے متعلق ہر جگہ شکایت کرنے لگے" ہرقل کی یہ نمایاں فتح ۶۲۴ء میں حاصل ہوئی۔ یعنی جس سال جنگ بدر واقع ہوئی۔ اس طرح وہ مفسرین جو پیشگوئی کے پورا ہونیکا وقت جنگ بدر کا سال ٹھہراتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ وہ مفسرین جو پیشگوئی کے اعلان کو ہجرت سے تین یا چار سال پہلے رکھتے ہیں اور اس کے پورے ہونیکی میعاد سنہ چھ یا سات ہجری ٹھہراتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ان کی غلطی کی وجہ بھی بہت صاف ہے انکے خیال کے بموجب یہ پیش گوئی اس سال پوری ہوئی جبکہ ہرقل نے فتح نمایاں حاصل کرنیکے بعد وہ صلیب دوبارہ حاصل کی جو ایرانی اُٹھاکر فارس لے گئے تھے۔ اور اپنی نذر کو پورا کرنیکے لیئے اس نے یروشلم تک پاپیادہ سفر کیا۔ تاکہ اس اصل صلیب کو اپنے ہاتھ سے اس جگہ نصب کرے جہاں سے ایرانی اُٹھاکر لیگئے تھے۔ لیکن یہ ایک غلط فہمی ہے اس بات کے دیکھنے کے لیئے کہ پیشگوئی کب پوری ہوئی یہ ضروری نہیں کہ ہم لڑائی کے انجام تک کو دیکھیں۔ یہ پیشگوئی تو تب ہی پوری ہوگئی جب ہرقل کو پہلی فتح نصیب ہوئی۔ اس لیئے لڑائی کے انجام کو پیشگوئی کا انجام خیال کرنا غلطی ہے۔

مسٹر سیل اس بات کو ثابت کرنیکے لیئے کہ پیشگوئی سنہ ہجری میں پوری نہیں ہوئی اس روایت کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جس میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ابیؔ ابن خلف سے شرط باندھی تھی جب اس پیشگوئی کا اعلان کیا گیا اسوقت حضرت ابو بکرؓ نے ابیؔ ابن خلف سے یہ شرط باندھی تھی کہ ایرانی تین سال میں مغلوب ہو جائیں گے۔ درصورت پورا نہ ہونیکے وہ راضی تھے کہ ابی ابن خلف کو دس اونٹ دیدیں۔ لیکن جب حضرت نبی کریم صلعم کو اس معاملہ کا علم ہوا تو آپنے فرمایا کہ مدّت کو لمبا کردو اور شرط بڑھا دو۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مشورہ دینا اس امر پر مبنی تھا کہ بضع کا لفظ جو پیشگوئی میں واقع ہوا اس کے معنے تین سے لیکر دس سال تک کے ہیں دیکھو لائیف آف محمد (صلعم) مصنفہ میور صاحب صفحہ ۱۱۹- اسی پر حضرت ابو بکرؓ نے عمل کیا اور ابیؔ کے ورثا سے سو اونٹ جیت لیئے۔ کیونکہ ابیؔ بسبب غزوہ احد میں زخم کھانیکے مرچکا تھا۔ اس سے سیل صاحب نے نتیجہ نکال لیا کہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی۔ کیونکہ اُحد کی لڑائی سنہ تین ہجری میں واقع ہوئی۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ نکالنا غلط ہی کیونکہ یہ ضروری نہ تھا کہ جونہی یہ پیشگوئی پوری ہوتی تبھی حضرت ابو بکرؓ اپنی شرط جیت لیتے وجہ یہ ہے کہ آپ تو اسوقت مدینہ میں تھے۔ شرط مکّہ میں باندھی۔ اب آپسمیں سخت دشمنی تھی۔ علاوہ ازیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ قریش مکّہ اور مدینہ کے مسلمانوں میں جنگ تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ اور چونکہ خونریز لڑائی شروع ہوگئی تھی اس واسطے اس شرط کو فوراً وصول کر لینا کسی طرح ممکن نہ تھا۔ سیل شرط ٹھہرنے کے واقعہ سے خواہ کچھ ہی نتیجہ نکالے۔ اس واقعہ سے یہ امر تو قطعی طور پر ثابت ہو جاتا ہی کہ پیشگوئی اپنی مقررہ میعاد میں پوری ہوگئی کیونکہ اگر پیشگوئی بین طور پر پوری نہ ہوتی تو ابیؔ بن خلف کی اولاد کبھی شرط کے موافق سنّو اونٹ ادا نہ کرتے۔ اُن کا سنّو اونٹ ادا کرنا اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ پیشگوئی کھلے طور پر پوری ہوگئی تھی۔ سیل نے تو اپنے خیال میں اس واقعہ کو یہ ثابت کرنیکے لئے نقل کیا تھا کہ پیشگوئی اپنی میعاد کے اندر پوری نہ ہوئی۔ مگر افسوس ہے کہ جس واقعہ کو اُس نے اپنے خیال میں اپنے لیئے مفید سمجھا تھا وہ اُلٹا یہ ثابت کر رہا ہے کہ پیشگوئی اپنے وقت مقررہ میں پوری ہوگئی۔

راڈول کا اعتراض

میور کی طرح پادری راڈول صاحب بھی اس پیشگوئی کا جس صورت میں یہ ہے انکار نہیں کرسکا مگر اس نے ایک ایسا نوٹ چڑھایا ہے جو اُس کے مترجم ہونیکی حیثیت پر ایک سخت داغ لگاتا ہے - وہ لکھتا ہے "کہ مسلمان ہمیشہ اپنے نبی کی سچائی ظاہر کرنیکے لئے اس آیت کی طرف توجہ دلایا کرتے ہیں - مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں جو لفظ سیغلبون آیا ہے اسپر اوائل ایام میں اعراب نہیں ہوتے تھے - اعراب کا پڑھنا پڑھنے والے پر منحصر تھا خواہ وہ اس کو سَیَغْلِبُوْنَ پڑھے یا سَیُغْلَبُوْنَ پڑھے - اسطرح پیشگوئی ہر دو صورتوں میں پوری ہو سکتی تھی کیونکہ اگر رومی غالب آگئے تو سَیَغْلِبُوْنَ پڑھ لیا اور اگر رومی مغلوب ہوجاتے تو سَیُغْلَبُوْنَ بھی پڑھا جاسکتا تھا اس طرح ہر دو معانی اسمیں سے نکل سکتے ہیں اور یہ لفظ ہر دو صورتوں میں صحیح کا صحیح رہتا تھا - خواہ ایرانی غالب ہوتے یا مغلوب - یہ ساری آیت اسی غرض کو مدنظر رکھکر بنائی گئی تھی کہ ہر دو صورتوں میں مطلب اپنا درست ہو جائے"

عربی سے ناواقف عیسائیوں کے نزدیک یہ اعتراض شائد کچھ وقعت رکھے - اور ممکن ہے کہ وہ پادری راڈول صاحب کو بہت تحسین و آفرین کہیں کہ کس خوبی سے لطیف اعتراض کیا ہے اور گویا اپنے خیال سے اسلام کو جڑھ سے ہلا دیا ہے کیونکہ انکے نزدیک صرف اسی پیشگوئی پر ہی اسلام کی سچائی کا مدار ہے - مگر راڈویل صاحب نے یہ اعتراض کرکے سوائے اس کے کہ اپنے علم کی پردہ دری کرالی اور کچھ حاصل نہیں کیا - کیونکہ اس آیت میں اگر سَیَغْلِبُوْنَ کی بجائے سَیُغْلَبُوْنَ پڑھا جاوے یعنی اگر یہ آیت اس طرح پڑھی جائے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیُغْلَبُوْنَ تو ہر ایک عربی زبان سے کچھ مناسبت رکھنے والا جانتا ہے کہ اس آیت کے معنے یہ ہونگے کہ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہوچکے ہیں مگر وہ پھر غالب ہونگے اور غالب ہونیکے بعد پھر مغلوب ہونگے - یعنی سَیُغْلَبُوْنَ پڑھنے سے بھی رومیوں کے ایرانیوں پر غالب آنیکی پیشگوئی قائم رہتی ہے - چنانچہ ایک قرأت اس طرح بھی آئی ہے اور اس قرأت کے بموجب اس پیشگوئی کے یہ معنے ہیں کہ رومی جو اسوقت ایرانیوں کے

ہاتھ سے مغلوب ہو چکے ہیں وہ اُن پر غالب آجائیں گے مگر غلبہ حاصل کرنیکے بعد وہ پھر مغلوب کیئے جائیں گے اور یہ بھی بالکل درست ہے کیونکہ اول ہرقل نے ایرانیوں کے ہاتھ سے سخت شکست کھائی اور ایرانیوں نے اسکے ملک کا بڑا حصہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ مگر وہ پھر ایرانیوں پر غالب آیا اور جو ملک اُس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا اُس کو اُس نے دوبارہ ایرانیوں سے فتح کر لیا۔ مگر اس فتح کے بعد وہ پھر مسلمانوں کے سامنے مغلوب ہو گیا اور جو ملک اُس نے ایرانیوں کے پنجہ سے چھڑایا تھا وہ اُس کے ہاتھ سے نکلکر مسلمانوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

غرض راڈویل صاحب کا یہ کہنا کہ اس پیشگوئی کے الفاظ عمداً اس طرح ترتیب دیئے گئے تھے کہ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ دونوں مطلب ظاہر کر سکتے تھے یعنی رومیوں کا غالب ہونا اور مغلوب ہونا دونوں مطالب اس پیشگوئی سے نکل سکتے تھے یہ راڈویل صاحب کی سخت جہالت ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو عربی زبان سے ذرا مناسبت نہیں چنانچہ اُنکے ترجمہ میں بھی بہت سی فاش غلطیاں پائی جاتی ہیں جن سے اُن کی سخت ناواقفیت عربی سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی غلطی ہے جس پر ہر ایک ایسا شخص جو عربی زبان سے مس رکھتا ہے ہنسیگا اور اگر راڈول صاحب کو اپنی اس غلطی کا علم ہو جاتا تو وہ یقیناً اس نوٹ کو اپنے ترجمہ میں سے نکال دیتے اور اپنی اس پردہ دری سے سخت شرمندہ ہوتے۔ راڈول کے قول کے بالکل برخلاف اِس پیش گوئی کے الفاظ اس طور پر ترکیب دیئے گئے ہیں کہ خواہ سیغلبون کو سَیَغْلِبُوْنَ پڑھیں خواہ سَیُغْلَبُوْنَ پڑھیں رومیوں کا ایرانیوں پر غالب آجانا دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پادری صاحب نے یہ اعتراض کر کے صرف اپنی پردہ دری کرائی ہے۔ اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ اور ہر ایک ذی علم کی نظر میں اپنی منزلت کو گرا دیا ہے۔ اور اپنی حالت پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وہ مثل صادق کر لی ہے جو بوستان میں ہے

اور وہ یہ ہے

یکے نیک خلق و خلق پوش بود	کہ در مصر یک چند خاموش بود
جہانے برو بود از صدق جمع	چو پروانہ ہا وقت شب گرد شمع

شبے در دلِ خویش اندیشہ کرد
کہ پوشیدہ زیر زبان است مرد
اگر ماند فطنت نہاں در سرم
چہ دانند مردم کہ دانش ورم
سخن گفت و دشمن بدانست و دوست
کہ در مصر نادان تر از وے ہموست
حضورش پریشاں شد و کار زشت
سفر کرد بر طاق مسجد نوشت
در آئینہ گر روئے خود دیدمے
بہ بیدانشی پردہ ندریدمے

راڈویل صاحب نے سب سیحیوں سے ایک نرالا اعتراض نکالکر نہ صرف یہ ثابت کیا ہو کہ آپ خیر کر علم عربی سی بے بہرہ ہیں بلکہ یہ بھی کہ آپ معمولی فہم سی بھی حصہ وافر نہیں رکھتے۔ اگر آپ علم عربی سے چنداں مس نہیں تھا تو آپ اُنہی حالات کاہی مطالعہ کرلیتے جن کے ماتحت یہ پیشگوئی شائع کیگئی تھی اُسطرح آپ پر یہ روشن ہوجاتا کہ اس آیت کریمہ سے سوائے ایرانیوں پر رومیوں کے غالب ہونے کے اور کوئی معنے نہیں نکل سکتے اور اسطرح آپ اس علمی پردہ دری کے عذاب سے محفوظ رہتے۔ جن حالات کے ماتحت یہ پیشگوئی شائع کی گئی تھی اُن کو میں خود سیل کے الفاظ میں بیان کرتا ہوں۔ وہ اپنے ترجمہ کے نوٹ میں لکھتا ہی "وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اسوقت نازل ہوئی جبکہ ایرانیوں کو رومیوں پر ایک نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی جب یہ خبر مکہ پہنچی تو مشرکین عجیب خوشی سے بھر گئے اور لگے نبی کریم صلعم اور آپکے صحابہؓ کو گالیاں دینے انکو خیال پیدا ہوگیا تھا کہ جسطرح ایرانیوں کو رومیوں پر فتح حاصل ہوئی ہی اسی طرح انکو بھی مسلمانوں پر فتح حاصل ہوگی کیونکہ انکی طرح ایرانی بھی بت پرست ہیں اور رومی بسبب عیسائی ہونے کے مسلمانوں کی طرح الہامی کتاب کے قائل اور کم سی کم دعوے کے طور پر ایک خدا کے پرستار ضرور تھے اسواسطے ان مشرکین کے زعم میں ایرانیوں کی فتح گویا ان کی آئندہ فتح کا پیش خیمہ اور ایک قسم کا وعدہ تھا کہ وہ بھی عنقریب مسلمانوں پر غالب آجائیں گے۔ تو ان جھوٹی امیدوں کو خاک میں ملانے کی غرض سے اس آیت میں یہ بتلایا گیا۔ کہ اگرچہ بظاہر رومیوں کی کامیابی ناممکن معلوم ہوتی ہے تاہم چند سال میں معاملہ اور صورت پکڑ جائیگا۔ اور مغلوب رومی آخر کار غالب آجائیں گے"۔ سیل کا یہ بیان صاف طور سی واضح کردیتا ہو کہ اس پیشگوئی کا مطلب یہ تھا۔ کہ رومیوں کی فتح بتلائی جائے جنکے لیے قدرتاً مسلمانوں کو ہمدردی پیدا ہوگئی تھی۔ اور اس آیت میں مسلمانوں کے لیئے بھی بشارت تھی۔ اسواسطے اس کے وہ معنے نہیں ہوسکتے جو پادری راڈول صاحب کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں وہ مسلمانوں کے لیئے

خوشی کا باعث نہیں ہو سکتی تھے۔

پادری راڈول کو یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف کی پیشگوئیاں بائبل کی پیشگوئیوں کی طرح نہیں۔ وہ اس طرز پر نہیں لکھی گئی تھیں کہ واقعات پر چسپاں کرنیکے لیئے معروف سے مجہول اور مجہول سے معروف بنا دی جائیں یا اصل الفاظ میں ہی تحریف لفظی یا معنوی سے کام لیا جاوے۔ قرآن شریف کی پیشگوئیاں دوست دشمن ہر دو کو سنا دی گئی تھیں۔ صحابہؓ کو یاد تھیں۔ عام جلسوں میں انپر بحث ہوتی تھی۔ نبی کریم صلعم کسی ایسی نسخہ میں لکھکر نہیں رکھتے تھے کہ جب موقع پایا اور مطلب نکلتا ہوا نظر آیا تو اصل الفاظ تک کو اڑا دیا۔ برخلاف اسکے آپ انکو دوست و دشمن ہر دو کے سامنے پڑھتے۔ اسطرح وہ سب کے درمیان مشترک سرمایہ کی طرح ہو گئیں۔ جس دن یہ پیشگوئی شائع ہوئی اسی دن اسکا گھر گھر چرچا ہو گیا۔ اور زبان زد خلائق بنگئی۔ آپکے صحابہ اسکو خدا کی وحی سمجھکر پڑھتے پڑھاتے اور بڑی دلیری سے لوگوں کے سامنے بیان فرماتے اور دشمن برخلاف اسکے موجودہ حالات پر نظر رکھتے ہوئے اور مادی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اسپر تمسخر اڑاتے تھے۔ یہانتک کہ اسپر شرطیں باندھی گئیں۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ پیشگوئی کرنیوالا اسمیں ذرا سی بھی تحریف عمل میں لا سکتا۔ اگر آپ ایسا کرتے تو لوگ آپکو ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑا دیتے۔ خود آپکے صحابہؓ کا ایمان بالکل جاتا رہتا۔ عیسائیوں کا اسطرح کے اعتراض ڈھونڈنا گویا دیکھنے والوں کی آنکھوں پر پٹی باندھنا ہے۔ مگر حق کیسے چھپ سکتا ہے۔ ہاں پادریوں کا ایسی کوشش کرنا بتلاتا ہے کہ آخر مرتا کیا نہ کرتا۔

پادری راڈول کا اعتراض ایک اور طریق سے بھی غلط ثابت ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایرانی اس پیشگوئی کے شائع ہونیکے بعد قریباً چھ سال تک فتح کے گھوڑے پر سوار رہے۔ اگر یہ آیت اس لیئے بنائی گئی تھی کہ ہر دو صورتوں میں صادق آجائے تو کیوں نہ معاً بعد کی شکست کے وقت مسلمانوں نے کہدیا کہ بس پیشگوئی میں لکھا تھا کہ رومیوں کو اور شکست ہونیوالی ہے پس وہ ہو گئی اور پیشگوئی پوری ہو گئی۔ فلسطین کی فتح کے بعد ایرانیوں نے مصر فتح کیا۔ اور اگر اس پیشگوئی کے دو معنی ہو سکتے تھے اور نبی کریم صلعم نے صرف اسی لیئے اسکو بنا کر پیش کیا تھا کہ گول مول بات کہکر پیشگوئی کی پیشگوئی بنی رہے اور واقعات کے خلاف بھی نہ ہو۔ تو آپکو چاہیئے تھا کہ پیشگوئی کا پورا ہونا آپ مصر کی فتح پر محمول کرتے مگر آپنے نہیں کیا۔ رومی اس وقت ایک بڑی مصیبت میں گرفتار تھی۔ اور اگر پیشگوئی واقعی ایسی گول مول تھی کہ فتح اور شکست ہر دو پر چسپاں ہو سکے۔ تو پیشگوئی کرنیوالے کو ہرگز ذرا دیر نہیں کرنی چاہیئے تھی فوراً کہدینا چاہیئے تھا کہ پیشگوئی پوری ہو گئی اس کے شائع ہونیکے متواتر کئی سال تک رومی شکست پر شکست کھاتے رہے۔ ان حالات میں دیر کرنا